میں کیوں مسلمان ہوا



عبدالواحد شیخ

بیت المکرم ٹرسٹ
کجو ضلع ٹھٹھہ سندھ۔

میں کیوں مسلمان ہوا

عبدالواحد شیخ

بیت المکرم ٹرسٹ، گجو ضلع ٹھٹھہ سندھ

کتاب کا نام ---------- میں کیوں مسلمان ہوا

مصنف ---------- عبدالواحد شیخ

ناشر ---------- بیت المکرم ٹرسٹ گجو

معاون ---------- ظہور احمد انصاری
یوسف بھائی

تعداد ---------- 1000

ترتیب ---------- غلام حسین قمبرانی
عبدالرحمان میمن

تاریخ اشاعت ---------- مئی سنہ ۱۹۹۳ء

پیش لفظ

توحید عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل سے بالاتر ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے، نظر میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے

توحید کے عقیدے اور اس کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے ہر دور میں انبیائے کرام آتے رہے ہیں۔ تا آنکہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوئے اور قرآن پاک پیش کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ، "یہ کتاب میری طرف سے ہے اور میں ہی اس کا نگہبان ہوں"۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ "اگر تم کو میری کسی بات میں شک ہے تو پھر اس جیسی کوئی ایک آیت تو لا کر دکھاؤ۔ اگر تم سچے ہو"۔ پھر خود ہی فرماتے ہیں، "تم ہرگز نہیں بنا سکو گے"۔ اس سے یہ بات طے ہو گئی کہ یہ قرآن "کلام الٰہی" ہے اور اس میں جو بھی ارشاد ہوا ہے اس پر ایمان لا کر اور عمل پیرا ہونا

ہم پر لازم ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ " میں نے دینِ
اسلام کو ہی پسند کیا ہے اور اس کو مکمل کیا " مطلب اللہ
نے دینِ اسلام کو عطا فرما کر اپنی تمام نعمتوں کو پورا کیا۔ اللہ
کے جتنے بھی پیغمبر آئے انہوں نے اس کے احکامات ہم
تک پہنچائے اور دنیا و آخرت کی ضروریات سے نا صرف ہمیں
واقف کرایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کیطرف
راغب کرایا۔

جب پہلے والے وادھن مل اور موجودہ عبدالواحد نے
مجھ سے یہ سوال پوچھا کہ؛

آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے تو
پھر اس میں ہندو دھرم کا بھی تذکرہ ہونا چاہیئے۔ میرے
اقرار پر اس نے کہا، " پھر میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہندو
دھرم کے عین مطابق تعلیم دیں تاکہ میں دھرم کی معلومات سے
واقف ہو کر ایشور کا نیک اور صالح بندہ بن جاؤں اور مجھے وہ
شکتی حاصل ہو جو سادھو اور سنت حاصل کرتے ہیں۔ میں
نے اسکو کہا " بیشک میں تم کو وہ تعلیم دوں گا جس کے مطابق

تمہارے بھگشوؤں نے پرچار کیا ہے،، اور میں نے اسکو بھگت
کبیر کے دوھوں کے ذریعے تعلیم دی۔ جس پر عمل کر کے الحمدللہ
وہ ایک نہایت نیک اور صالح بندہ بن گیا۔

اس حقیقت کے بارے میں اس کتاب سے امید ہے
کہ آپ ضرور مستفیض ہوں گے۔ تمام ہندو دوستوں سے امید
ہے ہے کہ صحیح طور سے بھگتی کرنے سے ضرور بھگوان ملے گا اور
اس سے شکتی اور شانت بھی میسّر ہوگی۔ جناب عبدالواحد کی
اس کتاب میں وہ تمام تفصیلات اور مشاہدات موجود ہیں۔
جس کے بار بار مطالعے سے ضرور فائدہ ہوگا۔ اور اگر کوئی بھی
شخص اس سلسلے میں سوال پوچھنا چاہے تو وہ مجھ مندرجہ
ذیل پتہ پر رجوع کر سکتا ہے۔

فقط

سیّد عبدالحفیظ شاہ
بیت المکرم ٹرسٹ
پوسٹ آفس گجو ضلع ٹھٹھہ

دھرم کی معلومات کے شوق کا مختصر بیان :

اے میرے پیدا کرنے والے، میری زبان، میرے دماغ، میرے ہاتھ کو وہ طاقت عطا فرما کیونکہ تو سرد شکیتوان ہے۔ صحیح سوچ اور سمجھ کے ساتھ جو کچھ لکھا جائے سچ پر مبنی ہو۔ اے ایشور! میری یادداشت کو قوت بخش تاکہ دماغ میں صحیح واقعات آئیں۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں جب میں چھ برس کا تھا۔ میرے گھر میں تمام لوگ دھرمی خیالات والے تھے۔ گھر میں سورج غروب ہونے کے بعد کتھا کیرتن کرتے تھے۔ جب میں اسکول پڑھنے لگا تب استاد بھی اچھے ملے۔ اس وقت سچائی اور شرافت زیادہ تھی اور لوگ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ پرائمری تعلیم ختم کر کے ہائی اسکول میں داخل ہوا۔ جب سندھی زبان کو خوب اچھی طرح سے پڑھنے لگا تو دھرمی پستک گھر میں پڑھتا تھا اور گھر والوں کو بھی پڑھ کر سناتا تھا۔ تیسری سے انگریزی، عربی اور فارسی لازمی تھی۔ میں نے عربی مضمون منتخب کیا تھا۔ عربی پڑھانے والے مولوی صاحب بہت نیک

تھے، ان کا نام محمد تھا۔ اسکول کے علاوہ جمیس آباد (موجودہ کوٹ غلام محمد) شہر کے لوگ بھی ان کی عزت کرتے تھے۔ نمازِ عید کے لئے لوگ ان کو ہی منتخب کرتے تھے۔ مولوی صاحب دینیات بھی پڑھاتے تھے۔ ہندو لڑکوں کی مرضی تھی کہ وہ بیٹھ کر سنیں یا پھر چلے جائیں۔ میں بیٹھا رہتا تھا اور سُنتا رہتا تھا۔ اس وقت دینیات لازمی نہیں تھا۔ مولوی صاحب نے دینیات کا پرچہ نکالا اور پورے اسکول کو اجازت تھی کہ پرچہ حل کرے۔ میں نے بھی پرچہ لے کر حل کیا۔ میں نے تیسری پوزیشن حاصل کر کے انعام پایا میں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھی تھی جو کہ حکیم فتح محمد سیوہانی کی تحریر کردہ تھی۔ بعد میں کئی برس پڑھائی اور نوکری میں مشغول رہا۔ ۱۹۶۸ء میں محمد حسین صاحب دادو میں میرے ساتھ رہنے لگے۔ حیدرآباد میں، میں پیر محمد شفیع کا مرید بنا اور اوراد لاالٰہ الا اللہ کا ملا۔ اس ورد کو پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اندر کیطرف سانس لیتے وقت لاالٰہ اور سانس نکالتے وقت الا اللہ پڑھنا ہے۔ اس جملے کا مطلب ہے "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے"۔ میرے ذہن میں آیا گرو نانک صاحب نے ایک اونکار سنتنامہ کی تعلیم دی ہے جس کا مطلب ہے ایشور ایک ہے۔ جس کا نام سچا

گرو نانک کا پورا منتر اسطرح ہے

ایک اونکار ستنامہ، کرتا پرکھ، نربھو، نرویر، اکالی، مورت، اجونی، سبھیں گر پرساد، جپ ادسچا، جگاد سچا، ہئے بھی سچا نانک ہوسی بھی سچا۔

میں ایک اونکار کا منتر اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے جاری رکھتا تھا۔ مندر کے پجاری نے ایک دھرمی کتاب پڑھنے کو دی جس میں ایک شعر تھا، جس کا مطلب ہے سارا جسم دھو کر صاف کیا جاتا ہے مگر دل، جو ایک تولہ کے برابر ہے اسکی کوئی بھی صفائی نہیں کرتا ہے۔ یہ شعر میرے دل کو بہت ہی اچھا لگا اور دل بھر آیا۔ مگر مجھے اس کی حقیقت اور ماہیت کا علم نہ تھا۔ کتاب میں مزید لکھا تھا گرو کے علاوہ گیان نہیں ہے۔ دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ گرو کو کس طرح تلاش کروں؟

دادو میں نوکری کے دوران ایک ہم پیشہ کے ساتھ میل جول تھا۔ وہ اکثر مجھے کہتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ میں جواب دیتا تھا کہ کیوں ہو جاؤں؟ تم لوگوں میں کیا خاص بات ہے۔ ان کو جو یاد ہوتا تھا مجھے بتاتے تھے۔ میں جواب میں کہتا تھا کہ جو کچھ تم بتلاتے ہو وہ قریب قریب سب باتیں میرے

دھرم میں بھی ہیں۔ دوسری کوئی خاص بات ہے جو تم کہتے ہو۔ اس پر
خود تو عمل نہیں کرتے پھر دوسروں کو آمادہ کرنے کے لئے کیوں کہتے ہو؟
محمد حسین جو میرے ساتھ رہتے تھے ان کے مرشد سے دادو میں ملا تھا۔ ذکر
کے بعد رخصت ہوتے وقت پیر صاحب سب سے گلے ملے۔ میں بھی وقتِ
رخصت گلے ملا تو دل سے اللہ کی آواز آرہی تھی۔ میں بہت متاثر ہوا۔ میں
نے دوست سے کہا کہ میں تمہارے پیر صاحب کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔
اس نے خلیفہ سے بات کی۔ جواب ملا پہلے مسلمان ہو پھر مرید بن سکو گے۔
میرے دوست نے میرے لئے پوچھا کہ اگر یہ مسلمان ہو جائے تو کیا کوئی اپنی
بہن یا بیٹی سے اس کی شادی کرائے گا؟ تو خلیفہ نے انکار میں جواب دیا۔
سنہ ۱۹۷۲ء میں مجھے ہندو مذہب کے متعلق اچھی طرح پڑھنے کا شوق ہوا۔
ہندو دھرم کو پڑھنے کے لئے سندھی میں صحیح اصولوں کے مطابق بنی ہوئی
کتابوں کی کمی ہے۔ کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر پوری طرح کامیابی
نہیں ہوئی۔ میں نے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے بی اے میں داخلہ لیا۔
اور ایک اوپشنل سبجیکٹ ہندو دھرم کا منتخب کیا تاکہ اس بہانے ہی

ہندو دھرم کی تعلیم حاصل کر سکوں۔ کورس نہ مل سکا مگر پھر بھی خاطر خواہ علم
میں اضافہ ہوا۔ لیکن پھر بھی میں تعلیم کے بارے میں مطمئن نہیں تھا۔ میں نے
گیارس، ست نارائن، ورت نرجل اور بغیر کھائے بھی کافی رکھے۔ ورت
رکھنے سے جسم کمزور ہوا مگر دھرم پر چلنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ گرو
گرنتھ صاحب سندھی میں بھگت سندر داس کے مندر پڑھنے جاتا تھا۔
اور مقدر پرارتھنا بھی کرتا تھا۔ گیتا بھی روزانہ پڑھتا تھا۔ مگر میری بیوی
کی کم علمی کے باعث وہ منع کرنے لگی کہ مندر میں روزانہ گرو گرنتھ پڑھنے سے
پجاری بن جاؤ گے اسلئے مت جایا کرو، لوگ کیا کہیں گے۔ زیادہ مخالفت کی
وجہ سے آخر جانا بند کر دیا۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۷۴ء کو میرا تبادلہ حیدرآباد ڈویژن میں
ہوا۔ وہاں غلام حسین قمبرانی سے دوستی ہوئی۔ مگر سب دولت جمع کرنے کے
چکر میں تھے، میں بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ مگر دل پوری طرح اس طرف
مائل نہ تھا۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیسوں کی ضرورت محسوس
ہوتی تھی۔ اور پورا کرنے کے لئے عجیب جذبات جاگتے تھے۔ لیکن یہ کہہ کر دل
کو تسلی دیتا تھا کہ جتنی آمدنی ہے اس کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ ضمیر یہ

احساس دلاتا تھا کہ صحیح راستہ تلاش کرو۔ مگر صحیح راستہ کونسا تھا؟ اس کا علم نہیں تھا۔ آفس کے ماحول کو دیکھ کر دل کو آرام نہ تھا۔ مگر کچھ عمل کرنے سے بے بس تھا کیونکہ مقصود عمل کی کمی تھی۔ من جسطرف مائل ہوتا تھا۔ ادھر چلتا تھا مطلب زندگی بے مقصد گزر رہی تھی۔ مگر اس تمنا پر پوری توجہ تھی کہ گرو ملنے کے بعد ہی کوئی حل نکل سکتا تھا۔ اس لئے ایک ایسے گرو کی تلاش میں تھا جو میری راہنمائی کر سکے جو تھیوری بتائے تاکہ عملی طور پر ممکن ہو سکے۔ صرف باتوں سے مطلب حل نہیں ہوگا۔ ایک اذکار کا ورد جاری ہوتا تھا۔ چاہے اکیلا ہوں یا شور میں موجود۔

ہندو دھرم میں راتج وقت کی پوجا

تمام مندروں میں اوتاروں اور دوسرے سنتوں کی تصاویر (کاغذ پر بنی، پتھروں پر بنی، مٹی یا لکڑی کی بنی) موجود دیکھی گئی ہیں۔ صبح، شام اور رات کو مندروں میں داخل ہوتے ہیں۔ مورتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ اور سر جھکاتے ہیں (سجدہ) اور وہاں رکھی ہوئی صندوق میں سکے

ڈالتے ہیں۔ اور پھر بیٹھ جاتے ہیں۔ پوجیتر پستک کی کتھا (پڑھا جاتا) کیجاتی ہے اور آنے والے لوگ بیٹھ کر سنتے ہیں۔ سننے کے بعد پرساد تقسیم ہوتا ہے، جسے لیکر ہر ایک اپنے گھر کو روانہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ گھر میں کچھ مرد اور عورتیں گیتا اور پوجیتر کتابوں کا پاٹ (پڑھنا) کرتے ہیں۔ مگر سمجھنے اور عمل کرنے کو کوئی بھی تیار نہیں ہے۔

اس ہندو دھرم میں ست سنگ کرنا اور سننے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے تاکہ سچے (ست) لوگوں اور سچی کتابوں کے سنگ کے بدلے صرف سازوں پر بھجن گانا اور سنناست سنگ کہا جاتا ہے۔ گانے اور بجانے والے کو بھگت کا لقب دیا جاتا ہے۔ کیا شری کرشن نے اسکو بھگتی کہا ہے؟

دھرم کی پہچان یا معلومات

۱۔ اپنے آپکو ہندو دھرم کے پیروکار کہلاتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ ہمارا دھرم سناتن (پرانا۔ قدیم) ہے۔ صرف لفظ دھرم سے خوش ہیں۔ مگر کرم (عمل) اسکے برعکس ہیں۔ ہندوؤں کے سنت کہتے ہیں کہ مایا (دولت) سے دور رہو۔ ایشور کا سمرن یا دھیان، خیال نہیں کرتے۔

۲۔ کچھ خود کو شری راجیندر، شری کرشن گرو نانک، شو، دیوی کے پجاری کہلاتے ہیں لیکن ان کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ نہ ہی ان کے کرموں سے پتہ چلتا ہے کہ کس کے پیروکار ہیں۔

۳۔ بڑے گناہوں کو رسموں کی صورت دیکر ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور گناہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر شراب، جُوا، افیون وغیرہ۔

۴۔ ہندو دھرم میں اصولوں یا متن کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ خاص طور پر سندھی میں جس کی بناء پر صحیح یا غلط قرار دیا جاسکے۔ جو انسان گناہ کرنے سے خود کو بچا سکے۔

۵۔ آریہ سماج کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ویدوں کے اصولوں پر چلتا ہے۔ مگر ہندوؤں کے متن کے سب لوگ اسکے خلاف تصور کرتے ہیں۔

دھرمی پستک

ہندو دھرم سے تعلق رکھنے والی کتاب کا کسی نہ کسی اوتار سے تعلق ہے مثلاً رامائن، بھاگوت، جپ صاحب، سکھمنی، گیتا اور کچھ گردانیاں مطالعہ کی گئی ہیں۔ جن سے مندرجہ ذیل مطلب حاصل ہوتا ہے یا سمجھا جاتا ہے یا

سمجھا گیا ہے۔

۱۔ ایشور ایک ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کا تصور بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اسی ایک کی تعریف کی گئی ہے۔ اسکو پیدا کرنے والا، مارنے والا، پالنے والا مانا گیا ہے۔ مرنے کے بعد اس کے پاس شبھ (اچھے)، اشبھ (برے) کرموں کے پھل کے حساب کے لئے پیش ہونا ہے اور کرم انوسار جزا و سزا پانے کے لئے نرگ اور سُرگ میں داخل کئے جائینگے۔

۲۔ مزید ان میں کسی کی بھی تصویر کو (کاغذ، پتھر، مٹی، لکڑی) پر بنا کر پوجا، پرارتھنا اور سٹیکنا (سجدہ کرنا) نہیں لکھا گیا ہے۔ گرو نانک صاحب نے بھی ٹھاکر کی مورتی پوجنے سے منع کیا ہے۔ آریہ سماج جنکو ویدوں کے اصولوں پر چلنے والے کہا جاتا ہے، انہوں نے بھی مورتی پوجا کی ممانعت کی ہے۔

۳۔ اوتاروں نے خود کو نہ ایشور کہلایا ہے اور نہ ہی خود کو ایشور کا روپ کہا ہے۔ حتیٰ کہ ایشور کی نشاندہی بھی نہ کر سکے ہیں۔ البتہ نرآکار (جس کا کوئی روپ نہیں) کہا ہے اور نہ ہی انہوں نے اپنی تصویر کو بنا کر پوجنے کے لئے کہا ہے۔ اور نہ ہی ایشور (بھگوان) کی تصویر بنا کر پوجنے کو کہا ہے البتہ

بے انت کہا ہے۔

۴۔ اوتاروں نے کسی کتاب میں اس طرح نہیں بتایا ہے کہ ہم نے ایشور کو دیکھا ہے یا پھر تصور میں (دھیان) آیا ہے یا دیکھا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اوتاروں نے بھی ایشور کو نہیں دیکھا، تو پھر یہ ایشور کی تصویر ہے طرح بنی؟ کیا موجودہ تصاویر ایشور سے مشابہت رکھتی ہیں؟ جب یہ تصاویر ایشور کی ہیں نہیں تو پھر پوجا پاٹ کرنا، مُرتیکا ہمارے لئے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد فائدے مند ہو سکتی ہے یا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پیارے خالق نے اپنی مخلوق کو محدود عقل و فہم عطا کی ہے۔ وہ صرف ایک حد تک سوچ سکتا ہے۔ وہ ایشور کی پیدا کردہ مخلوق کو تو دیکھ سکتے ہیں مگر اسکو نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی تصور میں لا سکتے ہیں۔

جبکہ ہندو دھرم میں من کے پانچ دشمنوں کو مارنے یا انکی پیروی نہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ تب بھی ہم اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ وہ من کے پانچ دشمن مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کام (شہوت، ناجائز خواہشات)

۲۔ کرودھ (غصہ، حسد، ضد، کینہ)

۳۔ لوبھ (لالچ، حرص، طمع، دھوکہ)

۴۔ موہ (ایشور کی پیدا کردہ چیزوں میں بے حد پیار)

۵۔ اہنکار (بڑائی، تکبر)

ہم من کے مندرجہ بالا دشمنوں کو چھوڑنے، مخالفت کرنے کی بجائے اپنے اندر سمو کر اسی کے فائدے کیلئے کام کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم دھرم کی حقیقت کو کس طرح جان سکیں گے۔ اور عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص دھرم کے مندرجہ بالا اصولوں پر عمل نہیں کرے گا تو ایشور کو کیسے پہچانے گا؟ جب من کی میتوں کو پیچھے نہیں روکیں گے اور من کو دنیاوی چیزوں (مایا، دولت) سے نہیں بچائیں گے۔ تب تک اسکو آتما (روح) کے طابع نہیں کر سکتے۔ من کے شکنجے میں آنے کے بعد۔ پہلے کے پاپ (گناہ) کے خیالات آتما (روح) سے صاف نہیں ہوتے پھر آتما ایشور کو پہچاننے کا وسیلہ بنتا ہے اور مددگار ثابت ہوتا ہے یہی دھرمی کتابوں میں لکھا ہے اس کے مطابق کرم (عمل) کر کے اپنے دھرم سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

گرو کی تلاش

اور

اس کے پاس کیسے پہنچا؟

میں گرو کی تلاش میں رہا اور پوچھتا رہتا کہ کوئی ایسا سنت (بزرگ) ملے جو برہم نشٹ اور برہم شروتری گرو ہو۔ مطلب یہ کہ دھرم کے متعلق اچھی طرح معلومات رکھتا ہو۔ اور آتمسک و دیا والا ہو۔ مگر میں تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ ایک روز سکھمنی صاحب پڑھتے مندرجہ ذیل سلوک نظر سے گذرا۔

ے ست پرکھ جن جانیا، ستگر تاں کا ناوئے
تس کی سنگ ادھرے، نانک ہر گن گائے

ترجمہ: جس نے سچا انسان پالیا۔ سچا گرو اس کا نام ہے اس کی سنگت (دوستی) کر، ایشور کی صفت پیدا کرو یعنی ذکر کرو۔

دیوار پر گرو نانک صاحب، اوڈیرولال صاحب کی مورتیاں تھیں ان کے سامنے کھڑے ہو کر روزانہ کہتا تھا کہ "اے ایشور، اے سروشکتیوان! مجھے

برہم نشٹ اور برہم شروتری گرو ملاؤ۔

یہ ۱۹۷۹ء تھا۔ ایک روز غلام حسین قمبرانی صاحب اچانک مل گئے۔ اُن کا حلیہ بدلا ہوا، سادہ کپڑے، داڑھی رکھی ہوئی، گردن جھکی ہوئی نظر آئی۔ وہ جب نزدیک آئے تو میں نے پوچھا، کیوں بھئی آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے مریدی اختیار کی ہے اور انکی زیر تعلیم ہوں۔ آپ گجو میں رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اپنے مرشد سے ملاؤ۔ آخر کار ایک دن مجھے حضرت عبدالحفیظ شاہ صاحب کے پاس گجو لے گئے۔ سائیں نے چائے پلانے کے بعد حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس گرو کی تلاش ہے جو برہم نشٹ اور برہم شروتری ہو۔ یعنی کہ آتمک و دیا اور ہندو دھرم کے متعلق جانتا ہو اور اس کے مطابق تعلیم دے سکے۔ سائیں محترم نے یقین دلایا کہ مجھے ہندو دھرم کے مطابق تعلیم دی جائے گی اور تھیوری کے مطابق تعلیم شروع کرائی گئی۔ اس کے متعلق آگے وستار (بیان) کیا جائے گا۔ اس روشنی کی کرن حاصل کرنے کے لئے میں نے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی، کیونکہ یہ میری ضد تھی کہ اگر اسلام علیگر مذہب ہے تو ہندو

دھرم کی تعلیم کہاں تک پہنچاتا ہے اور کیا صحیح تعلیم حاصل کرنے سے پرماتما مل سکتا ہے؟

میری مشکلات کیا تھیں۔؟

عقل کل اللہ ہے۔ انسان کو محدود عقل حاصل ہے۔ انسان اتنا ہی علم حاصل کر سکتا ہے جس قدر اس کو عطا کیا گیا ہے۔ انسان کوئی بھی مقصد لیکر چلتا ہے۔ وہ کچھ علم کی بے خبری کے سبب یا نفس کی صفت کی بے خبری اور نفس کے خلاف چلنے کے سبب محسوس ہوتا ہے۔ میرا مقصد تھا کہ میں گرو کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کروں۔ جو مجھے ایک تو ہندو دھرم کی تعلیم دے اور دوسرے آتما انبھو کرائے اور مزید یہ کہ لی گئی ہندو دھرم کی تعلیم صحیح علم اور آتما انبھو کی تعلیم دوسرے ہندوؤں کو دے سکوں۔ اور آتما انبھو کرانے کی بھی تعلیم دوں۔ مجھے یقین ہے کہ آتما انبھو کرانے کے بعد دھرم کی صحیح حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے مطابق خود بھی عمل کروں گا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرانے کی کوشش کروں گا۔ اس لئے مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔

۱۔ سچ بولنا۔ ۲۔ شدہ ادھار۔ شدہ لین دین۔ حلال روزی کمانا کھانا

۳۔ اپنے گرو کا فرمانبردار رہنا۔ یعنی انکے ہر حکم کو بجالانا۔

۴۔ دھرم کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کرنا، اس کے مطابق کام کرنا۔ کیونکہ دھرم کے صحیح اصولوں کا علم نہیں تھا اور نہ ایسی کتاب سندھی میں موجود تھی۔ گھر میں کم علمی کے سبب اولاد یعنی پرانیام (حبث الدم) اور دھیان (تصور) کرتے وقت زبانی مخالفت کی جارہی تھی۔ میری بیوی کو سائیں کی زیارت کرانے کے بعد سکون اور اطمینان ہوگیا۔ حالانکہ اسکو بتایا گیا تھا کہ وہ تمہارے شوہر کو ہندو دھرم کی تھیوری کے مطابق تعلیم دی جارہی ہے اور عمل کرایا جارہا ہے۔ اس کے باوجود بھی مسلمان عورتیں میری بیوی کو مختلف طریقوں سے ورغلاتی رہتی تھیں۔ اس کے سبب جذبات میں جوش آتا تھا۔ اس لئے خیالات بھی منتشر ہوتے تھے۔ ہندو بولنے لگے کہ یہ ہندو ہوکر مسلمان پیر کے پاس کیوں جاتا ہے؟ وہ خیال ظاہر کر رہے تھے کہ وہ تجھے مسلمان بناکر ذلیل و خوار کردیں گے، بیوی بچے تجھ سے چھین لیں گے۔ پھر تیرا کیا حال ہوگا؟ کیا مسلمان تجھے ملکیت دیں گے، شادی کرائیں گے؟۔ نہیں وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے، وہ آپ بھی

خوار ہو رہے ہیں اور تجھے بھی خوار کریں گے۔ غلط افواہیں پھیلانے اور بے بنیاد باتیں بنانے پر مجھے لوگوں پر غصہ بھی آتا اور افسوس بھی ہوتا۔ نفس اپنے اندیشے اور خدشات ظاہر کرتا تھا۔ خوف اور خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ ہر جگہ ہر دھرم میں صحیح عمل کرتے وقت نفس اپنی بے عزتی محسوس کرتا ہے۔ اسلئے من کسی بھی اچھے عمل کرتے وقت خوش نہیں ہوتا تھا۔ صرف یہ شوق تھا کہ جلد از جلد سیکھ لوں۔ اس لئے زیادہ توجہ اوراد (وظیفے) کیطرف ہوتا تھا۔ گھر اور اولاد کیطرف برائے نام توجہ ہوتی تھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھ پر کس کے حقوق ہیں اور کس طرح ادا کرنے ہیں۔ صرف یہ خیال تھا کہ اوراد وقت پر عمل میں لائے جائیں یا ادائیگی ہو جسطرح مرشد بتاتے ہیں تاکہ مرشد کی فرمانبرداری ہو سکے۔ مشکلات یا رکاوٹیں جن کو انسان محسوس کرتا ہے یا سمجھتا ہے وہ ہمیں علم حاصل کرنے کیطرف راغب کرتی ہیں۔ اور نفس کی صفت سے آگاہ کرتی ہیں۔ اس لئے علم حاصل کرنے کے بعد یہ مشکلات یا رکاوٹیں اور مصیبتیں محسوس نہیں ہوتیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل ہو تو انسان کو اپنے مقصد کے حصول میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ آسانی ہوتی ہے۔

میرے رہبر کی تعلیم

۱۔ بنیادی پہلا سبق پرانیام (حبث الدم) ہندو تھیوری کے مطابق اور اس کے اثرات۔ سائیں عبدالحفیظ شاہ صاحب نے پہلا سبق پرانیام کا دیا اور کہا یہ آدھا گھنٹہ کرنا اس کے بعد تم کو آگے پڑھایا جائے گا۔

عمل کا طریقہ: خالی پیٹ آدھی رات کے بعد۔ (فجر) کو سویرے اٹھو، آلتی پالتی (دوزانوں) مار کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھو۔ سیدھا ہو کر، آنکھیں بند کر کے دونوں طرف ناک کی نالیوں سے سانس لو، اوپر کیطرف پھر جسقدر روک سکتے ہو روکو پھر آہستہ آہستہ دونوں نالیوں سے سانس خارج کرنا شروع کرو۔

تکالیف اور رکاوٹیں محسوس ہونا۔

۱۔ سانس اندر لینے سے دباؤ پڑتا ہے۔ اندر کیطرف سے بھی دباؤ پڑتا ہے۔ اس کا سبب پیٹ میں اندر گیس موجود ہے۔ اگر موجود نہیں ہے تو دباؤ محسوس نہیں ہوگا۔

۲۔ دماغ پر دباؤ پڑنے کے بعد یہ ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ ناف کی جگہ دباؤ محسوس ہونا جسطرح ناف کا درد محسوس ہوتا ہے مگر پھر خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

اثرات: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سینہ ہلکا ہو گیا ہے۔

۲۔ دنیا کی طرف رغبت کم ہوئی۔ گناہ کا احساس ہوا۔ مگر گناہ اور ثواب کے فرق کا پتہ نہیں چلا۔

۳۔ ایشور کو پانے کی آرزو کچھ اور بڑھی۔ اس لئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمنا ہوئی کہ سائیں شاہ صاحب سے شروع سے تعلیم حاصل کروں۔

۴۔ سائیں شاہ صاحب میں یقین ہوا کہ یہ میری صحیح راہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور یہ میری تعلیم کا وسیلہ بنیں گے۔

۵۔ یہ دل میں ارادہ کر لیا کہ سائیں شاہ صاحب کا ہر حکم مانوں گا۔ اور کوشش کر کے اس پر عمل کروں گا۔

دوسرا سبق دھیان (تصوّر) اور اسکے اثرات ہندو تھیوری کے مطابق

بھگت کبیر کے دوھا کیمطابق عمل کرنا:

آنکھ، کان، منہ بند کراؤ، انھد شبد کو صاف سناؤ، دونوں تل ایک تار ملاؤ تار دیکھو جب گزارا ہی۔ کرنین دیدار میں پیارا، ساری سطح ہردی کی اندر پوچھ گرو سے اس کا منتر، بنا گرو یہ گیان نہ آئے۔ کھنن سنن سی نہ پائے، ترکھٹی محل میں ودیا سارا۔ گھن گھن کرے بجے نغارا، لاکھ برن سورج اجالا چترکنول۔ اونکار ہی اندھا دھندہ اندھیارا دے سادھو اندھا دھند اندھیارا۔ گھٹ کے بھیتر ہیرا موتی، گھٹ میں پرگھن ھارا۔ گھٹ کے بھیتر سات سمندر، گھٹ میں ندیا نالا۔ کہت کبیر سُنو بھائیسا دھو، گھٹ میں خسم تمہارا۔ نہ مندر، نہ مسجد جائیسی ری۔ گھر بیٹھی درشن پائے رے۔ تو مورکھ منہ سے نہ بولے۔ ناحق بھرم گنوائے ری۔

عمل کا طریقہ: پلتھی مار کر، ہاتھ گھٹنوں پر رکھکر، آنکھ کان اور منہ بند کر کے گھٹنوں کو سیدھا کھڑا کر کے، سامنے تصوّر کرو، مگر

کسی بھی شخص یا دیکھی ہوئی چیز کا تصور نہ ہو۔

خیالات: خیالات دوسری طرف منتشر ہوں گے۔ مگر کوشش کر کے یکجا کرو۔ یہ مشق جاری رہے۔ آخر کار وہ وقت آئے گا کہ خیالات ایک جگہ پر قائم ہوں گے اور خیالات کو اپنی مرضی سے مرتکز کر سکو گے

اوپر بتائے گئے عمل کے ساتھ مندرجہ ذیل باتوں کا بھی خیال کریں۔

۱۔ ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے۔ ۲۔ شدہ اہار اور شدہ سودا۔ ۳۔ کھانا مناسب کھانا چاہیئے۔ جو سونے سے پہلے ہضم ہو سکے۔ ضرورت سے کم روٹی کھاؤ، بصورت دیگر سستی ہو گی۔ ۴۔ نیند بھی پوری کرنی چاہیئے کم از کم ۶ گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ ۸ گھنٹے۔ بصورتِ دیگر مسلسل عمل نہ کر سکو گے۔ اور دینی کام کرتے وقت نیند ستائے گی۔ ۵۔ عمل کرتے وقت تنہائی ہو۔ ۶۔ اس عمل میں ..... ہونا ضروری ہے۔ ۷۔ الیشور سے پرارتھنا (دعا) کرتے رہو کیونکہ قبولیت اور آگے کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ میں مندرجہ ذیل دعا کرتا تھا۔

اے الیشور! تم میرے سوامی ہو اور میں تمہارا داس ہوں۔ مجھ پر اپنا رحم اور دیا کرو۔ میرے اوگن (خامیوں) کو مت دیکھ۔ میں تمہاری مایا میں

گھرا ہوا ہوں۔ تمہارے حکم اور دیا کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اے برہمہ میری مدد کر۔ اپنے رحم کا ہاتھ رکھو اور اس بھوساگر سے پار کرو۔ میں اپنے وسائل تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ تم اسے قبول کرو۔

دھیان (تصور) کرنے کے حاصلات اور اثرات

تصور کرنے کے بعد تقریباً دو ماہ بعد یہ تصور میں آیا:

۱۔ دھوئیں کے بادل جس کا رنگ بتدریج سرخ، نیلا، آسمانی، پیلا، نارنجی، ہرا، کالا اور سفید گول دائرے کی شکل میں تصور میں آئے۔ اور یہ آنکھوں سے نکلتے ہیں یا باہر سے آتے ہیں۔ یہ انحد شبدھ ہے۔

۲۔ تصور میں پھر نیلے، آسمانی، پیلے، ملکے ہرے، سرخ رنگ کے بادل پھیلتے ہیں۔ دائیں بائیں سامنے آنکھوں سے لیکر کافی دور فاصلے تک ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اس روشنی کے تالاب کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ دوسری ہر چیز کے ساتھ تصور کرنے سے یہ تالاب بھر کر

چھلکتے ہیں۔ پھر اندر کی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ اندر کی آنکھوں سے تب نظر آتا ہے جب باہر کی آنکھیں، کان، منہ دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں۔ یعنی قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ تب اندر کے عجائبات نظر آتے ہیں۔

اثرات: ۱۔ اصولوں پر عمل کرنے سے ارادے میں یقینی پختگی آئی اور مستحکم رہنے کا جذبہ جاگا۔ ۲۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا مَن ایشور کی مایا میں (دنیاوی خالق کی بنائی ہوئی چیزوں کیطرف زیادہ راغب ہے) گھری ہوئی ہے۔ اور اس سے مَن کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ اور ایشور کے تصور میں لگانا چاہتا ہوں۔ فکرمند رہتا ہوں کہ کس طرح مَن کو ایشور کیطرف راغب کروں۔ میں نے محدود کوششیں کر کے دیکھیں مگر بیکار پھر سب سے بڑی طاقت سروشکتیوان کی طرف راغب ہونے کے لئے آخری وسیلہ جو کہ پرارتھنا (دُعا) ہے۔ اس سے ایشور کیطرف مخاطب ہوا۔ دُعا مقبول ہونے کا اثر اقوی ہے۔ ۳۔ مَن کے خیالات کافی قدر بغیر مرضی کے کم ہو کر منتشر ہونے لگے۔ ۴۔ دنیاوی پریشانی کم ہوتی ہے۔ کسی چیز کی فکر، ڈر کم ہوتا ہے۔ ۵۔ محسوس کیا اور تجربے کے طور پر عملی کام کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ سچ بولنے سے حالانکہ مالی نقصان ہوتا ہے مگر دوسری طرف

سکون نصیب ہوتا ہے۔ جو انسان چاہے کتنی دولت خرچ کرے نہیں حاصل کر سکتا۔ یعنی کسی قیمت پر نہیں ملتا۔

انہونی ہونی نہیں۔ ہونی سو ہونی

۶۔ اللہ نے جس چیز کا حکم کیا ہوگا۔ انسان کو کچھ کو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ۷۔ ایک دن شام کے وقت چارپائی پر سیدھا لیٹا ہوا تھا کہ ایک لفظوں کی شکل نظر آئی، جو کہ گھوم رہی تھی مگر جب غور سے دیکھا تو اوپر کی جانب جاتی تھی، اتنا اوپر کہ نظر سے دور چلی جاتی اور پھر غور کم کیا تو پھر وہی حالت تھی۔

بروز اتوار یکم رمضان المبارک مورخہ ۱۹۸۱-۷-۵ میں آفس سے آرہا تھا۔ جب شہباز بلڈنگ بلاک بی کے قریب سے گذر رہا تھا تو کچھ الفاظ نظر آئے۔ غور سے دیکھنے کے باوجود سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ الفاظ حرکت میں تھے۔ غور سے دیکھنے پر اوپر آسمان کیطرف چلے جاتے تھے اور اوپر جا کر کچھ بڑے ہو رہے تھے اور جب کم غور کر رہا تھا تو پھر نیچے آنکھوں کے سامنے آرہے تھے۔ بس میں سوار ہوا جو رانی باغ سے

کوٹری کیطرف جارہی تھی۔ بس کوٹری اسٹیشن کے قریب پہنچی تو کھڑکی سے بالکل واضح اور صاف طور سے مندرجہ ذیل الفاظ نظر آئے۔

"محمدؐ" دل میں محسوس ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ کے رسولؐ ہیں۔ انہوں نے اللہ کے پیغامات صحیح پہنچائے ہیں۔ مگر اس کی تصدیق (گواہی) کسطرح حاصل ہوگی تاکہ میرا دل بھی مطمئن ہوسکے۔ اور دوسروں کو بھی مطمئن کرسکوں۔ میں نے جو دیکھا وہ تحریر کردیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ تصوّر میں آئے ہوئے کا مطلب اور فائدہ کیا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے رہبر سائیں عبدالحفیظ شاہ صاحب نے بتایا کہ یہ لطائف ستّہ ہے جس کی تھیوری مندرجہ ذیل ہے جس کا مطلب مظاہرہ اپنے رہبر کی راہنمائی اور ہدایت کے مطابق کرچکا ہوں۔

لطائف ستّہ کی تھیوری

حقیقت لطائف ستّہ: اس کے حاصل کرنے سے یکسوئی میسّر ہوتی ہے۔ جس کے اثر کے باعث ذکر سکون اور اطمینان سے کرسکتے ہیں۔ کسی شخص (سالک) کی طبیعت وسوسوں اور خطروں سے

گھری ہوئی ہے۔ وہ ان وسوسوں سے جان چھڑانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اس لئے کامل رہبر اسکو ذکر لطائف ستّہ کی مشق کراتا ہے۔ اس لئے کہ اسکو سکون و اطمینان حاصل ہو، طبیعت سے انتشار، وسوسے، گندے خیالات ختم ہوجائیں تاکہ سالک اپنے مقصودِ حقیقی کیطرف متوجہ ہوسکے اور تصوّر کرسکے، اس تصوّر کو ذکر، دھیان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جسم میں وصف پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے لطائف ستّہ کی جگہ پر تجلی یا نور پیدا ہوتا ہے جو رنگوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے

خلاصہ وتفصیل: لطائف ستّہ تعداد میں چھ ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ لطیف نفس ۲۔ لطیف قلب ۳۔ لطیف روح ۴۔ لطیف سر ۵۔ لطیف خفی ۶۔ لطیف اخفیٰ۔

نوٹ: لطائف ۶ ہیں اس کے علاوہ قالبیہ کو ملاکر سات لطائف ہوتے ہیں۔

موجود ہونیکی جگہ: لطیف نفس کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔ لطیف قلب کی جگہ قلب صنوبری ہے جو کہ بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔ لطیف سر کی جگہ تھوڑی سے نیچے اور سینے کے درمیان

ہے۔ لطیف خفی کی جگہ دونوں ابروؤں کے درمیان ہے۔ لطیف اخفیٰ کی جگہ اُم الدماغ ہے۔ دماغ میں ایک نقطہ ہے جو عین وسط (چوٹی) کے پاس ہے۔

لطائف ستّہ کے رنگ: لطیف نفس کا رنگ زرد ہے۔ لطیف قلب کا رنگ سُرخ ہے، لطیف روح کا رنگ سفید ہے۔ لطیف سر کا رنگ ہرا ہے۔ لطیف خفی کا رنگ نیلگوں ہے اور لطیف اخفیٰ کا رنگ کالا ہے۔

لطائفِ ستّہ کے کام: نفس کا کام غفلت اور شہوت ہے۔ نفس کی اصلاح مجاہدے اور اطاعت و فرمانبرداری سے ہوتی ہے یعنی ریاضتِ لہ تقویٰ سے شہوت اور غفلت میں کمی واقع ہوتی ہے جس کا نام سکون ہے۔ بقایا لطائف کا کام ملا جُلا ہے۔ ان کا کام مقصودِ حقیقی کیطرف توجہ اور تصوّر ہے۔ اس تصوّر کو ذکر فکر شغل، دھیان کہتے ہیں۔ لطیف قلب کا کام ذکر ہے۔ لطیف روح کا فعل حضوری ہے۔ لطیف سر کا کام مکاشفہ (کوئی بات پہلے سے معلوم ہونا) ہے۔ لطیفِ خفی کا فعل شہود مشاہدہ ہے۔ لطیف اخفیٰ کا کام یا فعل معائنہ اور فنا افناء ہے۔

حاصل کرنیکے طریقے

ستہ کے کام و درجات تصوّر کے حاصل کرنے کے لئے مرشد (رہبر صاحب) کی تعلیم مختلف طریقوں کی ہوتی ہے۔ وہ سالک کو فکر، ذکر، شغل کے مختلف طریقوں کی ہوتی ہے حاصل کرتا ہے۔ مطلب رہبر صاحب کی دعا کوشش اور سالک کو اپنے شوق، محنت، فرمانبرداری اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوتا ہے۔ ۱۹۸۱-۸-۳ کو سائیں کو بتایا کہ پیشانی کے درمیان کی جگہ میں گول دائرے کی شکل میں کوئی چیز گھوم رہی ہے۔ وہ پیشانی سے لے کر سر کی چوٹی تک باآسانی آجاسکتی ہے۔ سائیں شاہ صاحب نے فرمایا جو چیز گول پیشانی میں گھوم رہی ہے وہ ٹھیک ہے اور اب تصوّر کرو کہ تم یعنی میں خلاء میں ہوں۔ اپنے آپ کو خلاء میں سمجھو صرف آسمان نظر آئے۔

تصوّر میں خود کو خلاء میں

تصوّر میں آسمان کیطرف خلاء میں جانے سے آسمان میں تقریباً میری شکل کا آدمی پرواز کر رہا تھا۔ سلوپ چڑھائی کیطرح ہے مگر سیڑھیاں نہیں ہیں۔ وہ آدمی سیدھا سلوپ پر ہو کر گر پڑا۔ کوشش کی گئی کہ اٹھا جائے مگر اٹھ

نہیں سکا۔ مزید کوشش کی گئی تو گھسٹ کر پھر کھڑا ہو گیا۔ یعنی حرکت بند،
اوپر نہ چڑھنے کی صورت میں وہ طرف چھوڑ کر سلوپ کے دوسرے طرف
چلا گیا۔ پھر نہیں چڑھ سکا۔ پھر دوبارہ ہلکے آدمی کیطرح نمودار ہوا وہ شخص
ہلکے کالے رنگ کا ہے۔ پھر دوبارہ سلوپ کی جانب کھسک کر آتا ہے،
آخر کار کافی اوپر چڑھنے کے بعد سلوپ نے کروٹ لی اور وہ شخص اس
پر چڑھ گیا۔ اور دوڑنے لگا۔ وہاں نارنجی رنگ کا دھواں تھا۔ دور سے
دھوئیں کیطرح مگر نزدیک سے سلوپ کی شکل۔ سلوپ کی بائیں جانب نیچے دیکھنے
سے ہلکا دھندلا سفید رنگ پھیلا ہوا تھا اور دائیں طرف آسمانی رنگ
سلوپ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ میں نے کوشش کی کہ سلوپ کے آسمان کی
طرف جاؤں۔ اس طرف جانے کی کوشش کی مگر وہ شخص تھوڑا چلنے کے
بعد رک گیا۔ ہلکے کالے رنگ والا آدمی جس کی صورت نظر نہیں آرہی تھی
آسمان کی مخالفت کرنے لگا۔ آخر وہ سلوپ پر گر گیا۔ سلوپ تھوڑا سیڑھی کی
طرح ہو گیا۔ اس پر ایک درخت کا قسم نظر آنے لگا۔ جس کا رنگ ہلکا سُرخ
تھا۔ وہ غائب ہوا تو سلوپ کی سیڑھی کے اوپر (۹) کا ہندسہ تصور میں آیا۔
ننگی پیٹھ والا ایک آدمی جو پیٹھ دیکر کھڑا تھا اور گھٹنوں سے اوپر کپڑا تھا۔ سلوپ

نیچے آنے لگا۔ سیدھا ہوتا ہوا اسٹیل کیطرح نیچے آنے کے بعد وہ ننگی پیٹھ والا
شخص ایک کشتی میں تھا۔ اور اسے چلا رہا تھا۔ کشتی میں کوئی چیز تھی جس کا رنگ
ناسی ہرا تھا۔ وہ پل سیدھا دیوار کیطرح کھڑا ہو گیا مگر دیوار ساری اسٹیل
کے پردوں کی ہے۔ میں دیوار پر اوپر جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اوپر چڑھتا
گیا تصور میں آیا کہ دیواروں کے اوپر ایک پل کی مانند ہے۔ پل سے دیکھا ایک
میدان نظر آیا۔ جب میدان میں گیا تو وہ بنجر تھا۔ بنجر زمین والا میدان پھیلتا
گیا اور مجھے سائیں شاہ صاحب کے ارشادات یاد آگئے۔ میں نے اس
میدان میں درخت لگائے اس کے بعد گلاب اور چنبیلی کے پودے لگائے
پھر آسمان کیطرف گیا۔ آسمان کا رنگ بینگنی ہوتا گیا۔ محسوس ہوا کہ سورج
کی طرح ہلکا نقش ہے۔ دوسرے روز ہلکے آسمان کے تصور کے علاوہ نظر
نہیں آیا۔ آسمان کا رنگ کالا تھا اور تنگ تھا، اس کے اوپر کوئی جلی ہوئی
چیز تھی۔

۲۔ تصور میں آیا کہ ایک گنبد ہے، ایک مقبرہ ہے جس کا رنگ ہلکا ہرا ہے
وہاں سے نظر ہٹتے ہی ایک راستہ نظر آیا۔ آگے دیکھا تو درخت تھے، تھوڑا
دور ایک لمبا مکان ہے، میں درختوں کے پاس کھڑا ہوں۔ تیسرے روز

بھی کھڑا ہوں۔ دیکھنے میں آیا کہ جہاں مکان ختم ہوتا ہے وہاں پر ایک حوض پکا بنا ہوا ہے۔ حوض کے نلکے کو کھولا، اس سے پانی نکلا اور پھر بہتا رہا میں کھڑا ہوں، دیکھتا ہوں کہ ایک وسیع کالا پتھریلا میدان ہے اور وہ آہستہ آہستہ چھوٹا ہوتا جا رہا ہے۔ ذرا دور دیکھا تو ایک کالے رنگ کا پہاڑ ہے۔ گراونچائی کم ہے، پہاڑ کے ساتھ لمبا راستہ ہے جو حدِ نظر سے بھی زیادہ ہے، میں اس کالے پہاڑ کو دیکھ رہا ہوں اور پھر آہستہ آہستہ نزدیک جا رہا ہوں۔ آخر کار اس کے اوپر چڑھ کر کھڑا ہو گیا ہوں۔ نیلے آسمانی رنگ کی روشنی پھیل رہی ہے جہاں میں کھڑا ہوں وہاں بھی پھیل رہی ہے، جب میرے اوپر آئی تو میں گر پڑا اور نیلی روشنی میرے اوپر پھیل گئی۔ دو تین دن اس روشنی کے نیچے رہا۔ تصور میں دیکھا کہ پانی کا تالاب ہے مگر پھر غائب ہو گیا اور کالے رنگ کی مٹی والی زمین ہے، پانی سمجھ میں آ رہا ہے، لہریں نظر آئیں، پانی کی سفیدی بھی نظر آئی ہے، ریت نظر آئی ہے، دور کھجوروں کے درخت نظر آئے بعد درختوں کے کالے تنے نظر آئے۔

خلا میں تصوّر

آسمان کا رنگ کالا ہے مگر بعد میں روشن ہو گیا، اس کی شعاعیں نیچے کو گرنا شروع ہو گئیں جہاں میدان ہے، ایک دیوار نظر آئی جو کافی لمبی نظر آئی، سرے کا معلوم نہیں ہے۔ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا اندھیرا تھا، کچھ نظر نہیں آئی۔ دوسرے دن دیوار کی ایک طرف روشنی قائم ہے، دیوار کے پاس اتنی ہلکی روشنی ہے کہ پتہ چلتا ہے کہ کافی فاصلے پر قبرستان ہے، اس کے سرے کا بھی پتہ نہیں ہے، کچھ دن تک یہی حال دیکھتا رہا۔ اس کو چھوڑ کر خلا میں گیا مگر آسمان کا رنگ کالا ہے نیچے ستاروں کا جھرمٹ ایک دوسرے پر چڑھتے لیٹتے جا رہے ہیں۔ ان جھرمٹوں کے اوپر میں بیٹھا ہوں۔ آخر میرا سر جا کر ٹکرایا، ایک ننگا آدمی ان جھرمٹوں کو ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر خود اس میں لٹک رہا ہے جہاں دیوار تھی وہاں اب چبوترا تصوّر میں ہے، اوپر نیچے روشنی پڑ رہی ہے۔

وہ عقلِ کل ہے۔ اپنی مخلوق کو محدود عقل دی ہے۔ سب کو تمام علوم نہیں ہوتے، وہ قادرِ مطلق، تسر دشکتیوان ہے، مگر محدود شکتی اپنی مخلوق (اشرف المخلوقات) کی دی ہے۔ اسلئے اس کے بھیجے ہوئے اصول اور قوانین حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہیں۔ انسان اپنے اصول و قوانین اللہ کے اصولوں اور قوانین کے مطابق بنا سکتا ہے جو عقل اور علم اللہ نے اسے عطا کیا ہے جو کہ اللہ کے اصولوں سے بہتر نہیں ہوں گے۔

۲۔ اصول پہنچانے والے کی سیرت لائق کردار و حُسن ہو اسی کی گواہی خود اصول مرتب کرنے والا دے۔ ایشور، اللہ کے اصول، قانون پہنچانے والا پیغمبر، رسول، نبی ہیں۔ ان سب کے خواص، اخلاق یہ شناخت کراتے ہیں کہ ان کے اخلاق و کردار پورے جہان کی مخلوق سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے اخلاق کو زیادہ پسندیدہ ہیں۔ کیونکہ ان کو دوسری مخلوق سے زیادہ عقل، علم و فہم عطا کیا جاتا ہے۔ وہ بالکل وہی پیغام دیتے ہیں جو خالق کیطرف سے ملتا ہے اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ نہ کمی بیشی ہے اور نہ ہی کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی اصول کو پوشیدہ نہیں رکھتے ان کے علاوہ دوسرا کوئی ہوگا تو اس میں مندرجہ بالا خصوصیات نہیں ہوں گی۔ کوئی اللہ کا پیغام

دھرم کی تعلیم

محدود عقل و فہم جو میرے خالق نے مجھے عطا کیا ہے اس کے مطابق دھرم کے صحیح اصولوں، قوانین کی تلاش ہے اور مندرجہ ذیل طریقے سے بیان کرتا ہوں، معلوم ہوا کہ یہ ہر انسان کی ضرورت ہے کہ وہ کوشش کرے۔ اصولوں اور قوانین پر کاربند رہے۔ اس لئے کہ وہ ان پر عمل کر کے اپنی زندگی دونوں جہانوں میں آرام و سکون سے بسر کرے۔ وہ اصول چاہے اس کے اپنے دماغی کاوش کا نتیجہ ہوں یا کسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی مذہب سے وابستہ ہوں۔ ہر انسان کی یہ تمام ضروریات کون پوری کرسکتا ہے۔ جن اصولوں پر وہ عمل کر کے اپنا زندگی آرام و سکون سے گزار سکے بغیر کسی ڈر، خوف، غم و فکر کے ان اصولوں کے درست ہونے کے لئے کوئی پیمانہ ہونا ضروری ہے۔ ان اصولوں کا صحیح پیمانہ مندرجہ ذیل اصولوں کو مقرر کیا گیا ہے۔

۱۔ اصول بنا کر دینے والے سے زیادہ علم اور عقل والا کوئی نہ ہو (ایشور) اللہ سے بڑھکر کوئی بھی علم اور عقل والا نہیں ہے کیونکہ یہ سب لوگ مانتے ہیں کہ

دینے والا دوسرا نہیں ہوگا۔ ان کے علاوہ دوسروں کے پاس محدود دماغ کی پیدائش ہوگی وہ اگر پیغام پہنچائیں بھی تو سب کے لئے یکساں مفید ثابت نہیں ہوگا۔

۳۔ اصول و قوانین کسی بھی وقت کسی بھی زمانے میں قابلِ عمل ہو۔ تبدیلی سے بالاتر ہوں، عقل و فہم میں آنے والے ہوں۔

(الف) : یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے قوانین کسی بھی وقت کسی بھی زمانے میں قابلِ عمل ہوتے ہیں۔ مگر اس کی مختلف کے بنائے ہوئے قانون اور اصول وقت اور زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ آخر وہ وقت بھی آتا ہے کہ ناقابل عمل ہو جاتے ہیں۔

(ب) : اللہ کے قوانین کو تھوڑا بدلنے سے اسکی معنی اور مفہوم میں فرق آجاتا ہے۔ مگر انسان کے بنائے ہوئے قوانین کو وقت اور حالات کے ساتھ بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ت) : اللہ کے اصولوں کو کبھی بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بشرطیکہ اصلی حالت میں موجود ہوں مگر انسان کو اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو بدلنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اسکو یہ علم نہیں ہوتا کہ آئندہ آنے

والا وقت کیسا ہوگا، کیا حالات ہوں گے۔

(ث) : ایشور، اللہ کے اصول تمام انسانوں کے لئے یکساں مفید ہوتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی قوم قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ اس حالت میں فائدہ مند ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اصول دینے والے اور پہنچانے والے کو مانا اور تصدیق کیا جائے۔

(ج) : اللہ کے قوانین تمام انسانوں پر نافذ ہوتے ہیں اور ہر ایک ماننے کے لئے بھی مجبور ہے۔ مانیں یا نہ مانیں عمل کے مطابق جزا و سزا کے مستحق ہوں گے۔ ایسے اصول کسی اور کے نہیں ہو سکتے جس میں یہ تمام خواص موجود ہوں۔ یہ صرف اللہ کے اصول ہو سکتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی بھی کمی نہیں ہے۔ بشرطیکہ اصلی حالت میں موجود ہوں۔ کیونکہ اللہ تمام مخلوق کا خالق ہے۔ وہ سب سے زیادہ عقل، علم، فہم کا مالک ہے، وہ آنے والے وقت کا خالق ہے۔ وقت اور حال کی خبر رکھتا ہے۔ اس لئے اس سے بہتر اصول کوئی اور نہیں دے سکتا ہے۔ میرا ہندو دھرم (سناتن) سے متعلق تھا اسلئے میں زیادہ بہتر طور پر سمجھ اور سمجھا سکتا ہوں۔ سناتن دھرم نے جو اصول دیئے ہیں انکو اچھی طرح معلوم کرنے سے محسوس

ہو اکہ آئندہ ان اصولوں پر عمل کرنے سے نہ کوئی دنیا میں آرام و سکون کی زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بحر حال اس کے باوجود بھی میں نے سناتن دھرم (ہندو دھرم) اور دینِ اسلام کے اصولوں کو جو ملے ان کو پڑھا، سمجھا اور عمل کیا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل طریقے سے تقابلی طور پر زیرِ بحث لایا ہوں۔

سناتن دھرم کے اصولوں پر بحث

دھرمی کتابوں میں اوتاروں، بھگوتوں کی زندگی کا دستار (احوال) لکھا ہے۔ انہوں نے ایشور کو ایک کہا ہے، دوسری سب اسکی مایا ہے یعنی اس کی مخلوق (انسان، جن، چرند پرند) کیڑے مکوڑے، درخت، معدنیات، وغیرہ) انہوں نے ایشور کا ہی ذکر کیا ہے، اسکی تعریف کی ہے۔ اسی ایک ایک کا سمرن کیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ایشور کی مخلوق کی پوجا کرو، اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی پوجا کرو، میں مندرجہ بالا باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایشور وہی ہے جو ایک ہے اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ اسکی پیدا کی گئی چیز جو کائنات میں

نظر آتی ہے اس کی پوجا کرنا مناسب نہیں ہے یا اسکی بنائی گئی چیزوں میں سے اپنی مرضی کے مطابق کوئی چیز بنا کر پوجا کرنا بھی مناسب نہیں۔ اور ان چیزوں سے کوئی امید کرنا بھی غلط ہے۔ یہ عقل تسلیم نہیں کرتی۔ ایشور وہ ہے جو پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے، تھا اور رہے گا، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، قائم ہے، باقی سب اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے ایشور کے اصول اور قوانین صحیح ہو سکتے ہیں۔ باقی اوتاروں کو بھگوان اور ایشور کا جو درجہ دیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے اور نہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ آریہ سماج جو ویدوں کے اصولوں پر چلتے ہیں۔ ان کا بھی کہنا ہے کہ اوتار بھگوان نہیں ہے۔ جب تک اللہ کا بھیجا ہوا قانون، پیغام دنیا میں حیات ہے وہ دیتا رہتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد اوتار، ولی، درویش اسی پیغمبر کے بتائے ہوئے اصول پر خود عمل کرتا ہے اور دوسری انسان ذات کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے (کتابوں کے ذریعے اور زبانی) ان درویشوں اور اوتاروں کو وحی نہیں ہوتی جو کہ کتابی صورت میں لائی جائے۔ اگر یہ اوتار، ولی اپنی دماغی کاوش سے کچھ اصول وضع کریں جو اللہ کے

اصولوں کے منافی ہوں اور پھر ان قوانین کو کتابی صورت بھی دیدی جائے تو وہ اصول نہیں ماننے چاہئیں اور نہ عمل کرنا چاہیئے کیونکہ وہ غلط ہیں۔ اوتار یا ولی اپنے پیغمبر کے اصولوں کو وقت کی زبان میں کھول کر وضاحت سے سمجھاتا ہے۔ بشرطیکہ ان قوانین کا مطلب اور معنیٰ بدلنے نہیں چاہئیں۔ پیغمبر، اللہ، البشور کا پیغام لانے والے ہوتے ہیں، وہ صرف قاصد ہیں۔ وہ اللہ کے پیغامات بغیر کسی ردوبدل کے اسکی مخلوق انسانوں کو پہنچاتے ہیں۔ دوسری تمام اقوام میں پیغمبر آئے ہیں مگر سناتن دھرم (ہندو دھرم) میں اوتار آئے ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نبی یا پیغمبر کا لقب اللہ کیطرف سے دیا جاتا ہے وہ عطا کرتا ہے۔

۲۔ نبی یا پیغمبر اُمّی (ان پڑھ) ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو اللہ کا خاص فرشتہ ہے، اللہ کے اصول و قوانین پیغمبر کو پہنچاتا ہے یا روح کے ذریعے پیغام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں کو وحی کہا جاتا ہے۔ جو وحی کے ذریعے پیغام آتا ہے ان کو اصول یا قانون کہتے ہیں۔

۴۔ وحی کے تمام پیغامات جمع ہوکر کتاب کی صورت میں ہو جاتے

ہیں، پھر اللہ اس کا نام خود تجویز فرماتا ہے۔

۵۔ یہ کتاب بعد میں اللہ کے بندوں کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ نبی و پیغمبر وہ ہیں جن میں مندرجہ بالا صفات موجود ہوں۔ ایسی صفت رکھنے والے نبی کی معرفت اللہ کے اصول و قوانین بھیجے گئے ہیں۔ یہ پیغمبر کا فرض ہے کہ وہ یہ احکامات لوگوں تک پہنچائے، عمل کرائے اور خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں۔ ان کے پیروکار بھی اپنے نبی کے بتائے ہوئے اصولوں پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی عمل کرانے کی کوشش کراتے ہیں۔ اللہ کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام تشریف لائے جنہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق اس کے اصول انسانوں تک پہنچائے اور پھر ان کے پیروکاروں نے بھی وہی پیغام اپنے آشنا انسانوں تک منتقل کیا۔ مگر جنھوں نے نفس کی خواہش کے مطابق عمل کئے اور اللہ کی خوشنودی کا خیال نہیں کیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے جتنی کتابیں اور صحائف انبیاء پر اتری ہیں ان کی وحی کے احکامات اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں ہیں کیونکہ ان احکامات اور عبادات کو خارج کر دیا گیا ہے یا پھر اپنی خواہشات اور وقت کے ساتھ ردوبدل

کیا گیا ہے، اس لئے وہ اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا
وہ قابلِ عمل بھی نہیں رہے۔ ان احکامات کی بدولت ہم اللہ تعالیٰ
کی فرمانبرداری نہیں کر سکتے۔ قرآن پاک اب واحد کتاب ہے جس
میں یہ نشاندہی کی گئی ہے کہ پہلے کی تمام کتابیں اور صحائف میں ردوبدل
کی گئی ہے اس لئے منسوخ کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کتابوں کو تو ماننا چاہیئے
مگر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر قرآن پاک جس میں اللہ کے بھیجے ہوئے اصول
اور قانون موجود ہیں، ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ قرآن میں پہلے والی کتابوں
کی صحیح حالت کا اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ اب ان منسوخ شدہ اصولوں
کو تلاش کرنا یا صحیح حالت میں ملنا ناممکن ہے۔ ایسے گم شدہ قوانین کو
انسانی عقل سے ترتیب دینا انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ دوسری
خاص بات یہ ہے کہ پہلے والے منسوخ شدہ قوانین موجودہ انسانوں کے
لئے فائدہ مند نہیں ہیں۔ اب عقلمند انسان کو چاہیئے کہ ایسے اصول
تلاش کرے جو اس وقت قابلِ عمل ہوں جو کہ الیشور کو بھی پسند ہوں۔
جن پر عمل کرنے سے پچہ (ثواب) حاصل ہو سکے۔ کیونکہ اعمال کا بدلہ
(جزا و سزا) دینے والا اللہ ہی ہے۔ اگر دنیوی فائدے اور غرور کی

وجہ سے کوئی عمل نہیں کرے گا تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ مزید غور
و فکر کے لئے مندرجہ ذیل دیا جاتا ہے۔

دین ایک ہے، دنیا میں جتنے بھی مبعوث پیغمبر آئے انہوں نے
نے ایک ہی دین کے متعلق بتایا ہے کہ اللہ کو مانو، اس کے بتائے ہوئے
اصولوں اور قوانین پر عمل کرو، کیونکہ یہی توحید ہے۔ جزا اور سزا کا تصور
بھی یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی بنیادی تعلیم میں کوئی
بھی فرق نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم تک اسلام کی دعوت لیکر آئے۔ اللہ کی اس نعمت کی تکمیل آخری
نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ہوئی۔ اب سوال یہ
پیدا ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے کونسا نبی آخری ہے۔ اسکی تصدیق
کس طرح ہوگی؟ وضاحت اس طرح کی گئی ہے،

انسان اس وقت یقین کرتا ہے جب اسکو یقین کی طاقت عطا
کی جائے۔ یقین کرانے کیلئے مخصوص محسوسات اور اعضا عطا کئے گئے
ہیں جن کے ذریعے یقین کی صفت حاصل ہوتی ہے۔ ہم بھی علم، آنکھوں
اور تجربے کو زیرِ عمل لاکر یقین حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ یہ علم کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ قرآن سے پہلے جتنی کتابیں صحائف انبیاؑ و اوتاروں کے ذریعے اللہ نے بھیجے ہیں۔ ان میں صاف طور سے یہ لکھا ہے کہ ایک آخری نبی، پیغمبر، اوتار، جگت گرو، ایشور، اللہ کیطرف سے مبعوث کیا جائے گا۔ جس کو ماننا قوم (امت) پر فرض ہے، نا صرف ماننا بلکہ ان کی پیروی بھی کرنا ہوگی۔ غرضیکہ اللہ کے بعد اُن پر ایمان لانا چاہیئے کیونکہ یہ آخری پیغمبر ہوگا۔ اس کے بعد پرلئہ (قیامت) ہوگی۔ اس مختصر شریمد بھاگوت میں لکھا ہے کہ آخری اوتار کل سنسار میں کلکی اوتار کے نام سے آئے گا۔ اس کے بعد پرلئہ آنے کا وستا ہے۔ بھوشیہ پران میں آخری اوتار جگت گرو کی شبیہہ (صورت) اور اس کے عمل کے بابت جو وہ زندگی کے دوران کرے گا لکھا ہوا ہے۔ یہ تمام صفات سید المرسلین، خاتم النبیّن ﷺ سے مشابہہ ہیں۔

۲۔ ۱۴۰۵ سال قبل نبی و پیغمبر آیا تھا، وہ آخری نبی ہے۔ ان کا اسم مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ خاتم النبیّن سید المرسلین ﷺ ہیں، ان کے بعد کوئی بھی پیغمبر نہیں ہے اور نہ آئے گا۔ اب صرف قیامت کا دن ہوگا، یہ قیامت میں لکھا موجود ہے۔

۳۔ کسی شخص کو علمی صلاحیت یا کام کرنے کی صلاحیت دکھانے کے لئے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے، اسکو صحیح اور سچا تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ سرٹیفکیٹ تصدیق ہوتی ہے کہ یہ اسکی تعلیمی قابلیت ہے بالکل اسی طرح آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی جانب سے اللہ کے احکامات کتابی صورت میں لائے جسکو قرآن شریف کہا جاتا ہے۔ اس میں تصدیق کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور خاتم النبیّن ہیں۔ یہ قرآن اللہ کی سچی کتاب اور سند ہے پھر اس کو نہ ماننے کا کیا جواز ہے۔ جب اس میں لکھا سچ پر مبنی ہے۔ تمام ثبوت اور علم کے بعد مزید سوچنے کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دل نے تسلیم کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔

مندرجہ بالا صرف علم اور معلومات کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے مگر مزید یقین کامل کے لئے آنکھوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اگر اللہ کی رضا شامل ہو۔ خاتم النبیّن، حیات النبیؐ کو دل سے تسلیم کرنا چاہیئے جو ایمان لائے نیک عمل کئے، انکو رسول اللہ سے محبت ہوتی ہے اور دیدار بھی ہوتا ہے روحانی طریقے سے، ولی اللہ آنکھوں سے مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور بار بار روحانی

دیدار بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی طوفانی بھنور میں پھنس جائے اور بچنے کے لئے اللہ سے دعا کرے تو طوفان ختم ہونے کے بعد کوئی زندہ بچ جائے۔ یا نقصان پہنچے اس سے طوفان کو کوئی غرض نہیں، کیونکہ اسکو اپنی کوئی طاقت نہیں ہے۔ میں نے بھی اسی سروشکیتوں کا سہارا لیا! اس نے مجھے عقل و فہم عطا کیا ہے۔ تمام خواص جو اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ اللہ کے اصول ہیں جو اب دینِ اسلام کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور اپنی اصلی حالت میں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور جن کے عمل کا طریقہ نبی اللہ اپنے حدیث مبارکہ میں بتا گئے ہیں۔ چونکہ اب تک میں نے دین اسلام کے اصولوں پر عمل کیا ہے اس لئے آرام و سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ دل کو اطمینان ہے۔ اللہ نے جو مجھے عقل و فہم، طاقت عطا کی ہے اس پر عمل کر کے مجھے یہ محسوس ہوا ہے اور دل شدت سے مندرجہ ذیل تسلیم کر رہا ہے۔

۱۔ اللہ اپنی ذات و صفات میں ایک ہے۔ اس کے برابر، ثانی، کوئی دوسرا نہیں۔ اس کی پیدا کردہ تمام مخلوق میں اس کے محسوسات کا احساس ہوتا ہے۔ پوری دنیا اس کے قبضے میں ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے اسی واحد (اللہ کی پوجا (عبادت) کرنی چاہئیے۔ اس کی مخلوق کی عبادت ہرگز

جائز نہیں۔ مگر اسی کی اجازت سے اسکی چیزوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بھیجے ہوئے اصول اور قوانین کو شریعت، فقہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو ماننا اور عمل کرنا مجھ پر فرض ہے۔ خود بھی پابند رہوں۔ کوشش کرنا انسان پر فرض ہے اور توفیق دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔

۲۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر (قاصد) ہیں۔ وہی آخری نبیؐ ہے۔ حیات نبی ہے۔ آپؐ کی معرفت اشرف المخلوقات کے لئے قانون اور اصول بھیجے گئے جو قرآن پاک میں موجود ہیں۔ آپؐ نے عمل کا طریقہ پوری انسانیت کو سمجھایا ہے۔ جو آپؐ کی حدیثِ مبارکہ میں موجود ہے، اسی کو اسوۂ حسنہ کہتے ہیں جس کا موازنہ قرآن سے کیا جا سکتا ہے۔

۳: قرآن میں جو احکام ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیطرف سے وحی کی صورت میں نازل ہوئے۔ اس کے بعد کوئی اصول، قانون اللہ کیطرف سے نہیں آیا ہے اور نہ ہی آئے گا۔ اس لئے اللہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے دین کو مکمل فرمایا ہے جو قرآن کریم میں لکھا ہے وہ سچ اور صحیح ہے۔

دین اسلام سے تعلق رکھنے والے اگر دینِ اسلام کے اصولوں کے خلاف

عمل کرتے ہیں تو ان سے میرا کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ میں صرف دین اسلام کے سچے اصولوں پر عمل کرتا ہوں اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا۔ اللہ توفیق دینے والا اور کرم کرنے والا ہے۔ کسی بھی انسان کو درست یا غلط کہنا یا ان کے اصولوں پر عمل کرنے کو صحیح کہنا اچھا نہیں لگتا۔ صحیح یا غلط کا ثابت ہونا عملی طرح کرنے سے پتہ چلے گا۔ مندرجہ ذیل قول کو سمجھنے اور عمل کرنے سے کچھ حاصل ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے عالم بنو (اگر عالم نہیں بن سکتے ہو) تو کسی کے شاگرد بن جاؤ، اگر شاگرد بھی نہیں بن سکتے تو کسی جاننے والے کی صحبت میں بیٹھ کر سنا کرو، اگر یہ بھی نہیں ہوتا تو محبت کرنے والے بن جاؤ، اور اگر پانچویں بات بھی نہ ہو سکے تو ہلاک ہو جاؤ۔ اس قول کے بعد یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی صحیح اور سچے اصولوں کو تلاش کرنے اور عمل کرنے میں ناکام ہو جائے تو مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

۱۔ یہ ہو سکتا ہے کہ پہلی قومیں اپنی کتاب میں لکھے ہوئے صحیح اصولوں پر عمل کر سکتی ہیں۔ مطلب نفس محنت کر کے حادی بنائے۔ یہاں تک کہ آتما سے تعلق پیدا ہو جائے۔ پھر ایشور اسکو صحیح اصولوں پر عمل کرنے کی عقل و فہم عطا کرے گا۔ پھر سچ اور جھوٹ کی شناخت ہو سکے گی۔ پھر انسان کی محنت پوری

ہو جائے گی۔ اور خالق تو صرف حاجت پوری کرتا ہے۔ تاکہ آگے چل کر کوئی بہانہ تلاش نہ کرے۔

۲۔ اگر کوئی سچے دل سے ایشور (اللہ) سے یہ دعا کرے کہ مجھے صحیح عقل و فہم سچا دھرم، قانون، علم عطا کر تاکہ اس پر عمل کر کے تم کو راضی کر سکوں۔ پھر اللہ جس پر کرم کرے گا اس کو یہ سب کچھ عطا کرے گا۔ کوشش کرنا انسان کا فرض ہے توفیق دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔

دین اسلام اختیار کرنیکا فیصلہ

جب مجھے دینِ اسلام کی عبادات، مجاہدات، ریاضت کے نتیجے میں سکونِ قلب (آتما کی شانتی) نصیب ہوئی۔ ہندو دھرم کی جو پوجا پاٹ تھیں ان سے موازنہ کیا تو دینِ اسلام کی عبادات ہر لحاظ سے سکون و اطمینانِ قلب کا باعث بنیں۔ جیسا کہ ہر شخص فطری طور پر اچھائی کیطرف بڑھتا ہے، میں بھی بڑھا، مجھے خوشی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کی پیروی کرے گا اور عمل کرے گا، اس انسان کو دین و دنیا دونوں سے سکون میسر ہوگا۔ سائیں عبدالحفیظ

شاہ صاحب نے ایمان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ چیز جو ہم سے غائب ہے اور ہمارے ادراک و فہم میں نہ آسکے، ہم اس پر یقین کامل رکھیں (ایمان کو ماننا، تصدیق کرنا) ایمانِ مفصّل۔ کہتے ہیں کہ میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اچھی اور بُری تقدیر پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، قیامت کے دن پر اور زندگی بعد از موت پر۔

ترجمہ ایمان مجمّل: میں ایمان لایا اللہ پر جیسے وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے، میں نے اس کے تمام احکامات کو قبول کیا، زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تسلیم کرتا ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد الرّسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ایمان لانے کے بعد ایمان لانے والے کا فرض ہے کہ دینِ اسلام کے تمام اصولوں کو تسلیم کر کے عمل کرے جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے۔ یعنی دل سے تسلیم بالیقین اقرار باللسان جو کہ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے اجرِ عظیم ہے (قرآن)

عملِ صالح: اللہ کے وہ احکامات جو قرآن میں موجود ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت انسانوں تک آئے ہیں۔ ان پر عمل کرنے کو عملِ صالح کہتے ہیں۔ جس قدر سچے دل سے عمل کیا جائے گا اسقدر ثواب زیادہ

ہوگا اور سکون میسر ہوگا اور فرمانبرداری کیطرف راغب ہوگا۔

عملِ بد: جن اعمال کی قرآن میں ممانعت کی گئی ہے (نہی) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی وضاحت کر کے ان سے منع فرمادیا ہے۔ عملِ صالح قرآن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کہے گئے ہیں۔

حقوق اللہ: اللہ کی عبادات کو کہا گیا ہے۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج۔ اس کے علاوہ قرآن پڑھنا، سننا، سمجھنا، اس کے احکامات پر عمل کرنا درود شریف پڑھنا بھی انہی میں سے ہے۔ اخلاقِ حسنہ باطنی صفائی کی نشانی ہے۔ بندوں اور اللہ کے حقوق میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

حقوق العباد: بندوں کے ایکدوسرے پر کچھ حقوق ہیں۔ حقوق العباد پر عمل کرنے سے پھر عبادت کے دائرے میں آتے ہیں۔ ثواب کے درجہ میں پہنچ کر عبادت ہو جاتی ہے۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں خلوصِ نیت کا ہونا ضروری ہے۔ پھر عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ کچھ حقوق کا تذکرہ مندرجہ ذیل کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ کے بسبب انسانی اخوت قائم ہو۔ ۲۔ مسلمانوں میں برادری، حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ایمان کی سب

سے قوی سند یہ ہے کہ انسان کی محبت اور عداوت میں اللہ کے لئے ہوں۔
۳۔ رشتہ داروں کے حقوق اور اچھا برتاؤ۔ ۴۔ پڑوسیوں کے حقوق۔ ۵۔ والدین
کے حقوق۔ ۶۔ اولاد کے حقوق۔ ۷۔ غلاموں اور نوکروں کے حقوق۔ ۸۔
دوستوں کے حقوق۔ یہ ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ حقوق
اللہ اور حقوق العباد فرض سمجھ کر ادا کرتا رہے۔ ادائیگی فرض میں کیا چیز
رکاوٹ کا باعث بنتی ہے، معلوم ہوا کہ وہ نفس ہے۔ اب نفس کو جب تک
صحیح اور اصولی طریقے پر آمادہ نہیں کریں گے تب تک ان حقوق کی ادائیگی
میں رکاوٹ ہوگی اور مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ انسان کا دوسرا دشمن شیطان
ہے مگر وہ بھی اپنا اثر تب چلا سکتا ہے جب تک نفس امارہ سرکش اور بے لگام
ہوگا یعنی جان بوجھ کر یا لاعلمی میں گناہ ہو جائے۔

جہاد

میرے شیخ عبدالحفیظ شاہ صاحب نے بتایا کہ جہاد جذبات کے خلاف،
ظلم کے خلاف، نفس کے خلاف (اچھائی اور برائی)۔ ریاضت، محنت میں
اپنے آپ کو مشغول رکھنا مندرجہ بالا حقائق پر عمل کرنا، آمادہ کرنا جو کوشش

کی گئی ہے، اس دوران بیرونی اثرات کو قبول کرنا۔ اس سارے عمل میں میرے
مرشد و رہبر کی راہنمائی کا زیادہ اثر ہے۔

جسم کی بقا کے لئے جستجو اور روح سے غفلت:

اللہ نے انسان کو تخلیق کر کے اس کے جسم میں روح ڈالی اور اس بے
بقا دنیا کی تمام اشیاء اس کے حوالے کر دیں اور یہ فرض عائد کیا ہے کہ جسم اور
روح کا صحیح طور سے خیال کریں تاکہ دونوں اپنا فرض ادا کر سکیں جس کے لئے
ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ انسان کا فرض ہے کہ عقل و فہم کے ذریعے علم
حاصل کرے، سچ اور جھوٹ کا فرق معلوم کر سکے اور ترتیب میں عقل سے
کام کرائے۔ علم عقل کو ادراک کراتا ہے، وہ ادراک جسم کے گیان (حواس
خمسہ) کے ذریعے ہوتا ہے۔ علم کی مدد سے عقل جسم کے اعضاء سے صلاحیت
محسوس کرا کے طاقت استعمال کراتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ علم حاصل کر کے
جسم اور روح کی صلاحیت کا علم حاصل کرائے، جس مقصد کی خاطر انسان کو
دنیا میں بھیجا گیا ہے مگر انسان اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے
انسان پر اگر نظر ڈالی جائے تو نظر آئے گا کہ وہ سستی اور کاہلی کے سبب

غافل ہے۔ اس خیال کے مطابق یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ۱۔ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرے اور معیارِ زندگی بلند تر ہو۔

۲۔ موجودہ معاشرے میں زیادہ تعریف کی جائے، سارا وقت خوشی سے گذرے، وقت کے گذرنے کا پتہ بھی نہ چلے۔ اس لئے دنیا کے مختلف مشاغل یعنی فلم بینی، موسیقی، نشہ آور اشیاء کا استعمال، ایسے ماحول اور مشغلے کو انسان باعثِ فخر و عزت تصوّر کرتا ہے، جسم اور روح کی تسکین کا باعث تصوّر کرتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ لکڑی کو اندر ہی اندر سے دیمک نے کھوکھلا کر دیا ہو اور باہر سے بالکل مضبوط نظر آتی ہو۔ مگر آخر کار دیمک سوراخ کر کے لکڑی کو گرا دیتی ہے۔ انسان بھی اسی طرح سے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کھوکھلا ہوتا جاتا ہے۔ آخر کار اسی دیمک زدہ لکڑی کی طرح انجام ہوتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔ نیک اور بداعمال کی تعریف یہ ہے کہ جو اللہ نے فرمایا ہے وہ کرو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر"۔ دولت حاصل کرنے کے لئے انسان اپنے اندرونی و بیرونی اعضا کا استعمال اسقدر کرتا ہے کہ باہر کا حصّہ کمزور ہو جاتا ہے، ضروری کارآمد اجزاء ضائع ہوتے ہیں نئے اجزاء کی بناوٹ کے لئے مقوی غذا ضرورت کے مطابق نہیں ملتی لہٰذا وہ بیمار

پڑتا ہے اور ان اجزاء کی مرمت کے لئے علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر قدرتی غذا اس کی ضرورت کیمطابق نہیں ملتی۔ بسبب مرض کو کچھ نہ سمجھنے اور مرض کے مطابق ادویات کا استعمال نہ کرنا اندرونی طاقت ضائع ہونے اور صحیح علاج نہ ہونے اور خاص توجہ نہ دینے کے باعث اضافہ ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان دولت حاصل کرنے کے لئے کونسے طریقے اور تدابیر استعمال کرتا ہے اور کیا علم استعمال کرتا ہے۔ جس قدر اللہ مجھے توفیق عطا کر رہا ہے اسقدر بیان کر رہا ہوں۔ واللہ واسع علیم۔

علم کے ذریعے: عام انسانوں کا علم حاصل کرنے کا مقصد صرف علم کے ذریعے دولت حاصل کرنا یا اپنی شہرت اور قابلیت ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ چند انسان ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے واسطے علم حاصل کیا ہے اور اسکو راضی کرنے کے لئے اور کر بھی رہے ہیں۔ ایسے لوگ علم کی نعمت منجانب اللہ سمجھتے ہیں۔ انسان جب سے پیدا ہوا ہے اپنے حواس خمسہ یعنی عقل و فہم، ادراک کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں اور اپنے شوق کیمطابق علم حاصل کر رہے ہیں۔ صرف یہ خواہش ہے کہ دوسروں سے زیادہ علم حاصل کروں یہ نہیں کہ ان کے برابر علم حاصل ہو۔ علم والوں کو استاد، فلسفی، دانشور، سائنسدان، ڈاکٹر، انجنیئر اور

دوسرے علوم کے ماہرین کو پی۔ایچ۔ڈی (ڈاکٹر) کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر کے اپنا وقت صرف کیا مگر علم کی حدود کو نہیں جان سکے۔ جس طرح وقت گزرتا جا رہا ہے نئے نئے علوم کا اضافہ و انکشاف ہوتا جا رہا ہے۔ اور پی ایچ ڈی ڈاکٹروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ علم لامحدود ہے۔ انسان میں اتنی عقل نہیں ہے کہ وہ علم کی حد بتا سکے۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں یہ علم ہم نے اپنی محنت اور عقل سے حاصل کیا ہے۔ اور یہ ہمارا حق ہے۔ ہم نے علم حاصل کرنے پر پیسہ خرچ کیا ہے اس لئے دولت کمائیں گے۔ اور زندگی عیش و عشرت سے گزاریں گے، ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری عزت و احترام کریں اور ہمارے لکھے ہوئے علم کے مطابق ہماری تابعداری کریں۔

سائنسدان

مختلف سائنسدان موجود مادی اشیاء سے اپنی پسند کی چیزیں بنانے، کمالات دکھانے کے لئے دن رات مشغولِ عمل رہتے ہیں تاکہ ملک میں اپنا مرتبہ بلند ہو۔ انہوں نے اپنی روح، جسم اور دماغ ان اشیاء کی طرف

متوجہ کر دیا ہے تاکہ کم وقت میں بہتر چیز کی ایجاد پر۔ وہ جسم اور روح کے آرام و سکون کی طرف کم راغب ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ دوسروں کے لئے آرام و سکون کا سامان میسر کر سکیں۔ وہ مطمئن اور پرسکون زندگی بسر کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ مگر مصروفیت کے سبب اسی طرح توجہ نہیں دے سکتے۔ دنیا کے کئی سائنسدان اپنی نئی ایجادات کے سلسلے میں سوچتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دوسرے سائنسدان مصروفِ عمل ہیں مگر اشیاء کی کوئی حد نہیں ہے۔ کچھ سائنسدان سمندر سے انسانی خوراک اور زیب و تن کی زینت کی اشیاء کی تلاش میں مصروف ہیں۔ مگر جو کچھ سمندر میں ہے اسکا علم صرف خالق کو ہے۔ وہ اس وقت ظہور پذیر ہونگی جب اللہ چاہے گا۔ ایسے بھی سائنسدان ہیں جو زمین میں موجود اشیاء کی تلاش میں مصروف ہیں اور انسانی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور دوسرے چاند پر جا کر نامعلوم اشیاء معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور دوسرے ان کا خیال ہے کہ انسانی بڑھتی ہوئی آبادی کا خاطر خواہ بندوبست چاند پر ہو سکتا ہے مگر ان کو شاید یہ علم نہیں کہ ان تمام انسانوں کے لئے زمین ہی کافی ہے۔

ایسے لوگ بھی ہیں جن کو یہ احساس ہے کہ ہر شخص کو رہنے کے لئے گھر چاہئے اور یہ بھی تنگ نظری ہے کہ زمین ناکافی ہے رہنے کے لئے۔ اس لئے وہ کثیر المنزلہ عمارتیں بناتے ہیں۔ اور کوشش کر کے جلدی فلیٹ بناتے جارہے ہیں تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت پوری کی جائے۔ اس میں سرمایہ کاروں کو دولت کمانے کی لالچ بھی ہوتی ہے۔ کچھ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ خوراک کے مقابلے میں آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح زیادہ ہے، اس لئے آبادی بڑھ رہی ہے۔ مسائل کے حل کی تلاش کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ مگر خوراک کی صحیح ضروریات کا اندازہ نہیں ہوسکتا ہے۔ وہ صرف عقل اور علم کے ذریعے پیداوار کے استعمال کا اندازہ کرتے ہیں۔ اگر انسان تھوڑا غور و فکر کرے تو اسکو علم ہوجائے گا کہ انسانی آبادی کو اس کی خوراک اور ضروریات کا صحیح اندازہ صرف اس کے خالق حقیقی کو ہے کیونکہ وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ وہ نئی ایجادات ان کے دماغ، محنت کا نتیجہ ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو یہ سائنس ترقی نہیں کرتے اس لئے لوگ ان قدر کریں اور ان کی محنت کی تعریف کریں۔ انعام دیا جائے اور معاشرے میں بلند مقام دیا جائے۔

کارخانیدار

کارخانیداروں کا خیال ہے کہ کم وقت میں مزدور زیادہ اشیاء پیدا کریں اس لئے مزدوروں سے زیادہ کام لیتے ہیں تاکہ زیادہ پیداوار حاصل کر کے مارکیٹ میں فروخت ہو اور زیادہ منافع حاصل ہوسکے اور اس دولت سے نئے کارخانے لگائے اور مزید کاروبار کیا جاسکے۔ زیادہ دولت مند بن کر خود کو دوسروں سے زیادہ معتبر بنایا جائے۔ معیارِ زندگی بلند، معاشرے میں اعلےٰ مقام ہو، بہترین بنگلہ، گاڑی، اچھا کپڑا استعمال کے لئے ہو۔ اس طرح وہ احساسِ کمتری سے نکل کر احساسِ برتری کیطرف جانا چاہتا ہے۔ ایسے خیالات کو عملی طرح دیکھنے کے لئے مالک خود کو اعلےٰ اور مزدور و ماتحت کو ادنےٰ، کمتر، ذلیل سمجھتا ہے۔ مالک خود کو اہے کہ مزدور میری عزت کریں، تعریف کریں۔ وہ بیشک مزدوروں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرے۔ حقیقی مالک تو صرف اللہ ہے۔ یہ مجازی مالک اپنی اندرونی صلاحیتوں کو استعمال کر کے طاقت کو کام میں لاتا ہے، ہر وقت خیالات میں مستغرق رہتا ہے، کھانا کم نصیب ہوتا ہے، جسم و دماغ کو پوری طرح

آرام وسکون نصیب نہیں ہوتا۔ اگر تھوڑی فرصت ملتی ہے تو بے فائدہ عیش وعشرت کیطرف دوڑتا ہے جس کو وہ آرام وسکون سے مشابہ کرتے ہیں۔ کاروبار میں اسقدر مشغول ہوتے ہیں کہ سماج میں واسطہ رکھنے والے بے توجہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اعصابی وجسمانی طور پر بیمار پڑ جاتے ہیں۔ ایسی بیماری سے نجات جب نہیں حاصل کر سکتا تو دولت اور ظاہری بناوٹ اور ٹھاٹھ کی وجہ سے ایسی بیماری کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے مگر پھر بھی جاننے والے جان جاتے ہیں۔ تقریباً یہی حالت دوسرے کاروبار کرنے والوں سے بھی ہوتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی بھی رغبت خواہش کاروبار کے مطابق وہی ہے۔ مگر صلاحیت کو استعمال میں لانے کی ترتیب وترکیب مختلف ہے۔ چاہے کارخاندار ہو یا مزدور۔ زراعت پیشہ شخص ہو یا کوئی دوسرا کاروباری آدمی ہو، سب لوگ ذہن، جسم، روح، آتما کو دنیوی اشیاء حاصل کرنے کیطرف راغب رکھتے ہیں۔ ایک کتاب "ہم کیوں مسلمان ہوئے" میں ابراہیم (کوان) ملائشیا کے متعلق پڑھا کہ وہ دینِ اسلام کے کونسے اصولوں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا۔ اس کے والدین بدھ مت کے ماننے والے تھے اس لئے اس نے بھی

بدھ مت میں تعلیم حاصل کی جس کے زیر اثر وہ کنفرمیشن مت ایک خدا کے عقیدے کا قائل ہوا۔ اس کے بعد قدیم اور جدید عہد نامہ پڑھنے کے بعد عیسائی ہو گیا۔ (صفحہ ۲۴ سے صفحہ ۲۸) ۱۹۶۳ء میں کوالالمپس چرچ میں پادری کے فرائض سرانجام دینے جا رہا تھا کہ اسے قرآن شریف کا ایک انگریزی ترجمے والا نسخہ پڑھنے کو ملا۔ اس کے بعد اس نے اسلام کا مطالعہ کیا، حق کو جاننے کی کوشش کی اور عیسائیت اور اسلام کے اصولوں کا موزانہ اس طرح کیا ہے آخر کار حق کو پہنچا۔ ابراہیم کوان صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے پروفیسر خورشید احمد کی اس بات سے مکمل اتفاق ہے جو اس نے اسلام کا تعارف کراتے وقت طویل مضمون میں لکھا ہے۔ دنیا میں کئی مذاہب ہیں اور نظریات بظاہر بڑے پُرشکوہ اور شاندار ہوتے ہیں۔ کچھ نے زندگی کے روحانی پہلوؤں کی طرف اسقدر زور دیا ہے کہ مادی اور دنیوی کاموں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ان مذاہب نے نظریاتی دنیا کو ایک وہم، فریبِ نظر اور زنجیر قرار دیا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں بعض دوسرے فلاسفروں نے زندگی کی روحانی اور اخلاقی قدروں کی نفی کی ہے، ان کو خیالی قرار دیا ہے۔ اپنے ساتھ تباہی اور بربادی کا سبب بنے۔ انہوں نے انسانیت کے امن و

سکون، قناعت پسندی اور آسودگی کو غارت کر دیا ہے۔ عدم توازن کی کیفیت آج بھی برقرار ہے۔ اس کے بعد لارڈ رسل کا قول ان کی نظر سے گذرا۔ عیسائیت نے ایک انتہا کیطرف جھک کر ایک فاش غلطی کی ہے۔ جب جدید تہذیب نے سارا وزن ایک پلڑے میں ڈال کر ظلم کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب ہم نے زندگی کے ظاہری ڈھانچے کو بے حد خوبصورتی اور سلیقے سے سجایا ہے۔ مگر باطن کی بنیادی اور ضروری احتیاجات کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔ ہم نے ایک حسین و جمیل پیالہ بنایا ہے، اس کی آرائش بھی خوب کی ہے، اور اس کے بیرونی حصے کی بھی صفائی رکھتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس کے اندر خوش ذائقہ زہر بھرا ہوا ہے۔ ہم نے عمل کی تمام صلاحیتوں اور عمل کی تمام قوتوں کو محض جسمانی عیش و آرام مہیا کرنے پر استعمال کیا مگر روحانی تقاضوں کی پرواہ نہیں کی اور اسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ فرانسیسی سائنسدان ڈاکٹر ڈی ڈوگبی نے کہا ہے کہ جدید مادہ پرست تہذیب میں انتہا پسندی اور عدم توازن کی کیفیت جاری ہے۔ یہ غیر معمولی خطرناک ہے اور اگر روحانی قدروں کے فروغ کے لئے کوئی متوازی تحریک نہ چلی تو دنیا دردناک تباہی میں مبتلا ہوگی۔ ڈاکٹر نے اصل مرض کو تو

محسوس کیا ہے مگر مرض کی دوا کا علم نہیں یا یہ کہنا درست ہوگا کہ مرض کی تشخیص مریض کو فائدہ نہیں دے گی۔ جب تک مرض کا علاج نہ ہو، مکمل علاج ہو تاکہ پوری طرح صحت مند ہو جائے۔ ابراہیم کو ان نے مرض کا علاج معلوم کیا۔ خود بھی مادہ پرستی کے مرض سے صحت مند ہوا۔ اور دوسروں کو بھی ترکیب بتائی ہے۔ اس اندوہناک کیفیت کے برعکس اسلام زندگی گزارنے کا ایک متوازن لائحہ عمل دیتا ہے۔ اسلام مادیت اور روحانیت میں توازن پیدا کرتا ہے۔ دونوں میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کرتا ہے۔ اسلام مطلب ہے اطاعت اللہ اور اللہ کے قوانین معاشرے کی اصلاح اور بہبود کی فکر، عیسائیت، تہذیب حاضر اور اسلام کے تقابلی مطالعے نے مجھے متاثر کیا اور میں نے دل کی گہرائیوں سے اسلام قبول کیا اور سچے مسلمان کیطرح اسلامی قوانین اور ضوابط پر عمل کرنے لگا۔ اسلام نے مجھے سکھایا کہ میں غریبوں اور ضرورت مندوں کی مشکلات کو سمجھوں اور ان کی مدد کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کروں۔ میں خود کو بے حد خوش قسمت تصور کرتا ہوں۔ جو کچھ اس نے مجھے عطا کیا ہے اس پر قناعت کرتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ ہم پر رات و دن اپنا فضل نازل کرتا ہے۔ ہمیں اس بے راہ روی

کے زمانے میں صرف اللہ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہم اللہ سے صبر، تحمل، حلم اور محبت کے طالب ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ پرامن دنیا کی تخلیق ہو۔

قرآن میں کئی ایسی باتیں موجود ہیں جن کی تصدیق بائبل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اطاعت اللہ، اخوت و مساوات، زندگی بعد از موت اور روز حشر پر یقین۔ اس کیلئے میں سمجھتا ہوں کہ صحیح معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہ اب ایمان لایا ہے۔ بمقابل اس دور کے جب پرائے نام عیسائی تھا۔

مختصراً وہ اسلامی تعلیمات جنہوں نے مجھے اپنا اسیر اور گرویدہ بنایا:

۱۔ اسلام، عیسائیت کے مقابلے میں زیادہ عقلی، عملی، قابلِ فہم، سادہ منطقی ہے۔

۲۔ اسلامی عبادات سیدھا اللہ سے تعلق پیدا کرتی ہیں۔

۳۔ اسلام میں اللہ کا تذکرہ بڑے وقار اور شان سے ہے۔

۴۔ اسلامی عبادات میں زندگی کی تکمیل کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

محمد سلیمان ٹاکنجی (جاپان) اللہ کے فضل سے دینِ اسلام قبول کیا۔ اس نے

بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے یہ اسباب ہیں جو کتاب "ہم کیوں مسلمان ہوئے" میں لکھے ہیں۔

۱۔ اسلام انسانی زندگی میں مادیت اور روحانیت کا خوبصورت امتیاز پیش کرتا ہے۔

۲۔ میں نے اسلام میں اخوت کا نظام ایسا دیکھا ہے جو مستحکم بنیادوں پر دار و مدار رکھتا ہے۔

۳۔ اسلام زندگی کے مسائل کا حل بڑے کامیاب عملی مظاہرے سے پیش کرتا ہے۔

۴۔ یہ عبادات کو انسانی سماجی زندگی سے الگ نہیں کرتا ہے بلکہ مشترکہ عبادات کا تصور رکھتا ہے (یعنی نماز باجماعت پڑھنا) اور اللہ کی مخلوق کی خدمت صرف اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے۔ اب یہاں مضمون کے مطابق پہلے زندگی میں مادیت اور روحانیت کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ حیات انسانی روح اور مادے کا مجموعہ ہے۔ خالق اکبر نے ہم کو روح اور جسم عطا کئے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان دونوں کے فرائض کو اس کے مطابق عمل کریں۔ مادیت اور روحانیت کے مابین

جدائی کا سبب نہ بنیں۔ اسلام اس معاملہ میں نہایت معقول رویّہ اختیار کرتا ہے۔ روح اور مادہ دونوں کی اہمیت کو یکساں تسلیم کرتا ہے۔ دونوں کو اپنے اصلی مقام پر رکھ کر ایسی حکمت عملی اختیار کرتا ہے کہ زندگی کے تمام تقاضوں کو بھرپور قوت ملتی ہے۔

اس نے ان جاپانی لوگوں، جنکا رجحان مادیت پرستی کی طرف ہے، لکھا ہے کہ:

جاپان صنعت کے لحاظ سے ایشیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی اور اس کے اثرات کے سبب ان کے معاشرے کو یکسر بدل ڈالا ہے۔ مادّی نقطۂ نظر ہر بات پر حاوی ہے کیونکہ وہاں قدرتی وسائل کی کمی ہے اسلئے تمام دارومدار صنعت پر ہے۔ وہاں کے لوگوں کو معیارِ زندگی برقرار رکھنے کیلئے دن رات محنت کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہ واحد ذریعہ ہے جس کے سبب انکی صنعت و تجارت زندہ رہ سکتی ہے۔ مطلب مادّی دوڑ میں مصروف ہیں۔ جہاں روحانیت کا دور دور تک علم نہیں ہے۔ جاپانیوں کی ساری کوشش دنیاوی ہوتی ہیں۔ ان کو طبیعاتی مسائل پر سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ اِن کا نہ کوئی مذہب

ہے نہ روحانی معیار۔ وہ یورپی تصورات کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ یہ صرف ایک طرف چلنے کا سبب ہے۔ روحانی طور پر جاپان زبردست افلاس کا شکار ہو رہا ہے۔ ان کے خوبصورت لباس صحت مند جسم کے اندر بیمار اور مایوس روح رو رہی ہے۔

• خالد لطیف گابا (انڈیا): ہائی کورٹ لاہور کا وکیل تھا۔ ۱۹۳۳ء میں مسلمان ہوا تھا۔ آپ کا نام کنیا لعل گابا تھا۔ کتاب "ہم مسلمان کیوں ہوئے" سے لیا گیا ہے۔ تحریر کرتے ہیں کہ قبول اسلام کے بعد لاہور کی بادشاہی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ، اگر باہر کی دنیا کے لوگ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ میں نے اسلام کو دوسرے مذاہب پر کیوں ترجیح دی تو اس کے لئے میں چند مختصر باتیں پیش کروں گا۔ پہلی بات جس نے مجھے بیحد متاثر کیا وہ اسلام کی سادگی اور ہدایت ہے۔ اسلام کے اراکین اُنگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ان سب کی بنیاد دو باتوں پر ہے وہ اسقدر واضح ہیں کہ ایک عقل و فہم والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کہ وہ ایک ہے نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، اسکو نہ مٹی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے نہ پتھر میں۔ وہ ایک ہے، ایک تھا اور ایک رہے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی نبوت کو ماننا۔ اسلام کو ترجیح دینے کا سبب اسلام کی جمہوریت ہے۔ اسلامی مساوات، سوشلزم، بالشوزم کی مساوات نہیں ہے کہ جو امیروں کو بظاہر غریبوں کی خاطر جانوروں سے ہلاک کرانا سکھائے۔ یہ عیسائیت کی مساوات نہیں ہے جو کالے حبشی کو سفید رنگ کی عورت پر نگاہ ڈالنے کے جرم میں بغیر پوچھے قتل کیا جائے۔ کالے عیسائی عبادت کی خاطر اس گرجا میں نہیں جا سکتے جہاں گورا عیسائی جاتا ہے۔ کالے عیسائیوں کے لئے الگ گرجا ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس مسجد کے دروازے ہر مسلمان کے لئے یکساں کھلے ہیں۔ خواہ وہ کالا ہو یا کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو قبول اسلام کسی خاص وقت، موسم کا پابند نہیں ہے۔ اس کے لئے صرف دو کلمات اعلانیہ کافی ہیں۔ وہی اسلام کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جو بھی یہ کلمہ پڑھے گا وہ دنیا کی سب سے بڑی برادری (مسلمان) کی آغوش میں جست کشادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں ہر انسان برابر مرتبے کا ہے یہ صرف نظریہ نہیں ہے مگر ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ ہر نو مسلم کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہِ وقت کے ساتھ مسجد میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر ایک دسترخوان پر کھانا کھا سکتا ہے۔ میرا تیسرا سبب قبول اسلام

بھی اخوت کے احساس پر دارومدار رکھتا ہے۔ اس وقت ہندوؤں کے مندروں میں جانے کے لئے بڑی کشمکش ہے۔ اسلام ایسے انسانیت سوز بحث سے پاک ہے۔ ہمارے اندر مذہبی چھوت چھات نہیں ہے۔ ہندوؤں کا ایک فرقہ اچھوتوں کو شدھی کے چھومنتر کے ساتھ اچھوت بنانے کا دعویدار ہے۔ مگر یہ حربہ کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ اس میں دو باتیں رکاوٹ کا سبب ہیں۔ ایک یہ کہ ہندو پیدا ہوتا ہے وہ بنایا نہیں جاتا۔ وہ صرف ہندو پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایک خاص چھوت ذات کے حلقے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ذاتیں درجہ بدرجہ ہیں۔ ہندومت صرف مردوں کے تناسخ (دوسرا جنم) میں تبدیلی کا قائل ہے، زندہ کی حالت میں نہیں بدل سکتا۔ کوئی شودھر، کشتری (کھتری) نہیں بن سکتا۔ کھتری، برہمن نہیں ہو سکتا۔ ہاں سیاسی غرض کی خاطر اگر شودھر کو ظاہری سہارا مل جائے تو وہ دیگر بات ہے۔ یا مہاتما گاندھی کو خودکشی سے بچانے کی خاطر ان کو وقتی طور پر پیار دیا جاتا ہے۔ مگر شودھر کبھی ہندو کی سماجی زندگی میں برابر کا شریک نہیں بن سکتا۔ شدھ ہو جائے یا کوئی دوسری رکاوٹ اچھوتوں کو چھوت بنانے میں حائل ہے وہ کہ ایک انسان دوسرے انسان کو پاکیزہ بنانے کا عمل کبھی

مقبولیت نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کا خیال بھی دانش کی توہین ہے۔ مذہب کی تبدیلی اللہ اور بندے کا نجی معاملہ ہے۔ کیا یہ صرف جسارت نہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو پاک بنانے کا دعویٰ کرے۔ دل کو پاکیزہ کرنے والے پہلے خود کو پاکیزہ کرنے کا ثبوت فراہم کریں۔ اس کے برعکس اسلام میں محض اعلانِ اسلام سے برابر کے حقوق مل جاتے ہیں۔ یہاں پاکیزگی اور ناپاکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان حالات میں میری اچھوتوں کو یہ پیغام ہے کہ وہ دوسری تدابیر چھوڑ کر اسلام کیطرف متوجہ ہوں۔ وہ یہاں پر جس کو چاہیں چھو سکتے ہیں، اُٹھ بیٹھ سکتے ہیں۔ نماز میں مقتدی ہوں یا امام بن جائیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اچھا وہ ہے جو متقی ہے، جو اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

میری چوتھی اور آخری وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ اسلام دور حاضر کی تمام ضروریات کے عین مطابق ہے۔ اس عہد کے مسائل کا حل کسی دوسرے مذہب کے پاس نہیں ہے۔ آج دنیا اخوت، مساوات چاہتی ہے، اور اسلام کا معیار فضیلت تقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ اچھا وہ شخص ہے جس کے اعمال سب سے اچھے ہوں۔ آج دنیا میں حقوق کی آواز آتی ہے

شادی کے رشتے نا استوار ہو رہے ہیں۔ اسلام عورت کی آزادی اور حقوق دلاتا ہے اور عورت کے ازدواجی تعلق کو عاقل کے معاہدے پر قائم رکھتا ہے۔ اسلامی قوانین انسانوں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ فرشتوں کے لئے نہیں۔ ان فطری قوانین الہیہ نتیجہ اسلامی معاشرے میں ہنگامہ آرائی تماشبینی، ساز باز، زنا اور کنواری ماں جیسے مسائل مقصود نہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اسلام کی مانند اقوام عالم کے اقتصادی اخلاقی مسائل کا تسلی بخش حل پیش کر سکے۔ گاباً نے ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو بمبئی میں وفات پائی۔ خالد لطیف گاباً کے مسلمان ہونے کے بعد دوران آزمائش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل طریقے سے ان کو اور فرمائی۔ پنجاب ہائیکورٹ کے انگریز چیف جسٹس سر جان ڈگلس ینگ ان کے دشمن ہو گئے، نہایت ذلیل حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔ ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور کسی نہ کسی طریقے سے ان کو اور ان کو والد صاحب کو جیل بھیجتے رہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور، خالد لطیف کو ڈیڑھ لاکھ روپے نقد بطور ضمانت پر آزاد کرنے کا حکم دیا۔ روزنامہ "زمیندار" اور "احسان" مسلمانوں سے بار بار اپیل کرتے رہے کہ رقم کا انتظام کیا جائے اور بے گناہ

نومسلم کو قید سے رہائی دلائی جائے مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی بڑی رقم جمع نہیں کرا سکا۔ اس دوران سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر ہدایت فرمائی کہ لاہور میں ایک نومسلم خالد لطیف گاباقید میں ہے۔ اس نے ہمارے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے "پرافٹ آف دی ڈیزرٹ"! پیغمبر صحرا) جو مجھے بیحد پسند ہے اس کے لئے تم ڈیڑھ لاکھ روپے کا انتظام کر کے لاہور جاؤ اور اسکو ضمانت پر آزاد کراؤ۔ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنتے ہی ملک صاحب لاہور پہنچے، جائیداد کے کاغذات تیار کرائے اور ضمانت کے لئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں گئے۔ مگر تعصبی جج نے ڈرایا دھمکایا کہ گا باصاحب باہر بھاگ جائیگا اور تمہاری ضمانت ضبط ہوجائے گی۔ مگر ملک صاحب اپنی بات پر قائم رہے کہ میں ضرور ضمانت دوں گا۔ جج کے انکار پر ملک صاحب نے بھاگ دوڑ کر کے ڈیڑھ لاکھ روپے نقد جمع کئے اور بطور ضمانت پیش کر دیئے اور خالد لطیف گاباکو ضمانت پر رہا کرالیا گیا۔ مسلسل مشغولیت کے سبب جسمانی، دماغی و نفسیاتی بیماریوں کا علاج کسی معالج سے کراتے ہیں، ان کی ہدایات پر عمل بھی کرتے

ہیں اور نتیجتاً صحت مند ہو جاتے ہیں۔ مگر مسلسل اپنے کام کی معروفیت کے سبب پھر بیمار پڑتے ہیں اور دماغی یا جسمانی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں پھر ایسے لوگ اپنے کام کاج سے بھی بیزار ہو جاتے ہیں مگر وہ کام کاج چھوٹنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً زمانے کی لعن طعن معیارِ زندگی کے خوف سے، اور کاروباری نقصان کے خوف وغیرہ، اس لئے مجبوراً کام جاری رکھتے ہیں مگر رفتار سست ہوتی ہے۔ جب انسان پر حالات غالب ہوتے ہیں تب نفس کے اخلاق کی بد صفات قدرے دب جاتی ہیں۔ اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے غلط ہے۔ کچھ ایسے اصول ہوں جن پر عمل کر کے ان بیماریوں سے نجات حاصل کروں اور خوشحال زندگی بسر کروں۔ کوئی ایسا ہو جو میرے اس درد کی دوا کرے۔ آخر کار کوئی وسیلہ نہ دیکھ کر اپنے اعمال پر پچھتاوا کرتا ہے اور اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے، پھر خالق کو مختلف ناموں سے پکارتا ہے۔ دل کی آواز سنتا ہے، پھر اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو اللہ کے فضل و کرم سے سکون و آرام میسر ہوتا ہے۔

زر، زمین، زن کے موجود ہونیکے باوجود بھی انسان کی زندگی دکھ، تکلیف رنجیدگی اور پریشانی میں گذرتی ہے

مندرجہ بالا تحریر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انسان کے پاس اپنے خیالی مقصد کے مطابق ہر دنیاوی چیز حاصل کی ہے۔ اپنے جسم اور دماغ کو مصروف رکھ کر اس کے باوجود بھی جسم اور دل تکلیف میں رہتا ہے۔ اس کا سبب میری نظر میں صحیح اور سچے اصولوں پر عمل نہ کرنا ہے۔ حقیقت میں انسان کو دولت سے محبت بلکہ عشق ہو گیا ہے۔ اور دولت کو حاصل کرنا ہر چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اس لئے اسکو حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی بھی لگا دیتے ہیں۔ دنیا انسانی دماغوں پر قابض ہو چکی ہے۔ جو دولت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جسکو نفس کے بداخلاق کہا جاتا ہے۔ ان بداخلاق کا احساس ہوتا ہے روح ان جذبات کو شدت سے محسوس کرتی ہے۔ مگر انسان اس احساس کو دنیوی مصروفیت، ماحول، خوف کے سبب اہمیت نہیں دیتا ہے۔ بحر حال مندرجہ ذیل حالات جذبات کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۱۔ رہائش کے لئے خواہش کے مطابق مکان ہونے کے باوجود بھی کچھ عرصہ بعد اسکو ناپسند کرنا بیزاری محسوس کرنا دوسرے نئے ماڈل کا کشادہ بنگلہ حاصل کرنے کی خواہش شدت سے محسوس کرتا ہے۔ تقاضائے وقت کے مطابق بے انداز اچھے کپڑے موجود ہونے کے باوجود نئے ڈیزائن نئے کپڑے خریدنے اور سلوانے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ خوراک کے معاملے میں ہر روز نئی ڈش موجود ہو پھر بھی نئی کھانے کی اشیاء چاہے وہ ہضم کر سکے یا نہیں، زیادہ سے زیادہ کھانے کی کوشش کرتا ہے، پھر بے شک بیمار پڑ جائے۔ کچھ لوگوں کو تو اپنے گھر کا کھانا بھی بمشکل نصیب ہوتا ہے۔

۳۔ انسان زیادہ سے زیادہ دولت کی ہوس کے سبب زیادہ نفع کا خواہشمند ہوتا ہے مگر جو نقصان ہوتا ہے اس کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ دنیاوی مادی نقصان کے سبب دل برداشتہ ہو جاتے ہیں اور ہارٹ فیل، خودکشی، جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں، زیادہ منافع ہونے کے سبب کثرتِ دولت کی حرص اور بڑھتی ہے ایسی صورت میں غیر قانونی، غیر اسلامی اور غیر اخلاقی کام کرنے پر بھی آمادہ رہتے ہیں۔ کثرتِ دنیا کو انسان باعثِ

عزت سمجھتا ہے اسلئے معاشرے اور سماج سے احترام کرانے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ دولت مند لوگ اس کے عیب تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں، تاکہ اسکو نیچا اور ذلیل کرسکیں۔ ہر دولت مند اپنی عزت چاہتا ہے اور دوسرے کی عزت اور احترام برباد کرنے کے چکر میں رہتا ہے۔ کچھ لوگ دولت سے محرومیت کی بناء پر دولت مندوں سے حسد کرتے ہیں۔ اور ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہم بھی ان جیسے بن جائیں، ان کیطرح آرام دہ زندگی گزاریں۔ جب انسان میں حرص اور لالچ کا جذبہ جاگتا ہے تب وہ ہر حربہ اور وسیلہ استحصال میں لاکر زیادہ دولت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اللہ اسکو دولت سے نوازتا ہے تب بھی اس کا نفس مزید دولت کا خواہاں ہوتا ہے اگر دولت بڑھنے کا امکان نظر نہیں آتا ہے تو غصہ آتا ہے، اور دولت کو جمع کرنے کا لالچ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کنجوسی کے جذبے کے تحت اپنی ضروریات کو نظر انداز کرتا ہے۔ اگر معیار زندگی کا جذبہ ابھرتا ہے تو اپنا گھر سجاتا ہے، نیا سامان آراستہ کرتا ہے، فضول دعوتوں کا انتظام کرتا ہے، چاپلوسی کرنے والوں سے پیار کرتا ہے، اپنی بڑائی کی خاطر

اپنی ذہانت، تجربے، دولت کے قصے سنائے گا، دعوتوں میں عورتیں، مرد بوڑھے، جوان شامل ہوکر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، ایک دوسرے کی تعریف ہوگی، وی سی آر پر فلمیں دیکھنے کا مشغلہ بڑھے گا۔ اگر صرف دنیاوی مال کی محبت شدید ہوگی تو روح دبی ہوگی، اچھی صلاحیتیں اور اچھے اخلاق ظاہر نہیں ہوں گے بلکہ نفس کے بداخلاق جذبوں کی صورت میں محسوس ہوں گے، اس لئے مذہبی رجحان کم ہوگا اور تمام دنیاوی نعمتیں حاصل ہونے کے باوجود پریشان، غیر مطمئن، بے سکون زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ خواہش کا غلبہ، ۲۔ غصہ عروج پر، ۳۔ جنیت کرتے وقت کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ ۴۔ بے حیائی کے کام کرتے وقت غیرت محسوس نہ کرنا۔ ۵۔ حرص ولالچ کا جذبہ سمایا ہوا۔ ۶۔ تکبر اور اپنی عقل پر غرور کا جذبہ۔ ۷۔ ظلم وزیادتی کرتے وقت کسی کا خوف محسوس نہ کرنا۔ ۸۔ جھوٹ بولنے، دھوکہ کرنے میں ماہر اور اس کو فن تصور کرنا۔ انسان اچھے اصولوں پر عمل کرے۔ دنیاوی مال (زر) زن، زمین کے ہوتے ہوئے بھی بے آرام ہونے، تکلیف اٹھانے پر بھی صبر کرنا، انسان نے دنیاوی آرام کی خاطر موجود اشیا کو استحصال کیا کوشش کر رہے ہیں، کچھ نے زیادہ کی آرزو

کر کے طلب کے مطابق حاصل کیا اور کچھ کو کم سے کم ملا مگر دونوں حالات
میں زندگی مکمل اور دیرپا سکون اور مطمئن نہ گزری، حالانکہ کچھ لوگوں کو
وقتی طور پر ملا بھی مگر پھر وہی حالات پیدا ہونے کے سبب یہ کہتے سُنے گئے
کہ کرتے تو بہت کچھ ہیں مگر سکون نہیں ہے۔ کیوں؟ سبب کو سمجھ نہیں سکے!
کان سنتے ہیں، آنکھیں دیکھتی ہیں مگر الجھے ہوئے ذہن کے سبب کچھ سمجھ
نہیں آرہا۔ جس انسان نے ان کیفیات کو محسوس کیا اور سچے دل سے نجات
کی نیت کی ان پر اللہ نے اپنا فضل و کرم کیا تو انکو صحیح زندگی گزارنے کا طریقہ
اور ترتیب سمجھ میں آگئی۔ جب صحیح عمل کرنے کے لئے تیار ہوں گے، تب
مطمئن زندگی گزار سکتے ہیں۔ پھر خود بھی راضی اور اللہ بھی راضی رہے گا۔ انسانی
تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو اپنا رب (پالنے والا) مانے اور
سمجھے۔ خالق نے یہ ساری کائنات پیدا کر کے انسان کے حوالے کر دی۔ اگر
ان چیزوں میں غور کریں گے تو اپنے خالق کا مشاہدہ کراتی ہیں۔ اور انسان
اپنا مقصد حیات حاصل کر سکتا ہے، انسان اپنی زندگی سکون سے گزار سکے۔
جس میں کسی قسم کا کوئی غم، مصیبت نہ ہو۔ زندگی سکون و آرام سے گزارنے
کا مطلب کیا ہے؟ جسم، دماغ اور ضمیر میں فتور نہ آئے۔ پریشانی، غیر یقینی،

کا بحران نہ ہو۔ ذہن صاف ہو، جسم بھی پاک ہو۔ میں آپ کو مطمئن
زندگی گزارنے کے اصول بتانا چاہتا ہوں جس پر عمل کر کے زندگی کا صحیح
لطف اور سکون حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ اپنے پیدا کرنے والے اللہ کو ایک مانا جائے اور یقین محکم ہو۔ اللہ کے
سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اللہ کی ذات، صفات، احکامات میں کسی
مخلوق کو شریک یا ثانی نہ بنایا جائے، اللہ کے احکامات کو سمجھ کر جسمانی
طور پر بھی عمل کریں، جس طرح کہ حکم ہے۔

۲۔ سچ بولو، حلال رزق کھاؤ، کسی کا دل نہ دکھاؤ۔

۳۔ اپنے جسم، دماغ اور ضمیر کو ان کی ضرورت کے مطابق حلال غذا
مہیا کرو تاکہ وہ صحیح اور نیک کام کر سکیں۔

۴۔ انصاف اور زندگی کے ہر عمل میں میانہ روی اختیار کر کے مطمئن
زندگی گزارو۔

۵۔ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کا سنگھار ہے اور ہمیشہ رہنے والی
اچھائیاں تمہارے رب کے پاس ثواب بہتر اور امید میں اچھی ہیں۔ (۱۸:۴۶
سورۃ الکہف)۔

۶۔ اے پیغمبر! کہو کہ بُرائیوں کے سبب بالکل خسارے والوں کی خبر دیتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی کوشش دنیاوی زندگی میں رائیگاں کردی اور وہ اپنے لئے یہ سمجھتے تھے کہ وہ (خود) اچھا کام کرتے ہیں ۱۸۔۴۔۱ (کہف)

۷۔ اور کھاؤ پیو، ضائع مت کرو، کیونکہ اللہ تعالےٰ ضائع کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (القرآن)۔ میرے رہبر سائیں عبدالحفیظ شاہ صاحب نے اوپر والی آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ سب کچھ کھاؤ پیو مگر اس سے جسم میں جو توانائی، قوت، طاقت آئے اسکو ضائع مت کرو اور اس کو اللہ کی راہ میں صرف کرو۔ قوت کو بلاوجہ ضائع کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

۸۔ اپنی کمائی سے جسم پر کپڑے پہنو مگر پہننے کے بعد اگر تکبّر محسوس کرو تو انکو جلادو (میرے رہبر کا قول ہے)۔ اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کردی ہیں وہ حرام مت بناؤ اور نہ حد سے بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا حواسکا ہی حق ہے

نماز

دین اسلام رات اور دن میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے یہ عبادت کا ایک رُکن ہے بہترین اور اوّل، عمل صالح کرنے کا اصول ہے۔ نماز پڑھنے کے لئے بہترین وقتوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جس میں مسلمان کے جسم اور روح کے لئے بہتری رکھی گئی ہے۔ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کا حکم ہے۔ جب انسان کام دھندے کیوجہ سے جسمانی اور ذہنی طور پر تھک جاتا ہے اور بہتر کارکردگی رک جاتی ہے۔ ان حالات میں جسم کو متحرک بنانے کے لئے جسم اور ذہن کو متوجہ کرنے کے لئے سکون و آرام کی خاطر پانچ وقت نمازیں اپنے مقررہ وقتوں میں فرض کردی گئی ہیں۔ لہٰذا ادا کرنی ہیں۔ نماز کا اصل مقصد شروع سے آخر تک جسم کو دنیا کے کاموں سے آزاد کرکے خالص اللہ کیطرف متوجہ کرنا ہے، اسلئے دل کو حاضر رکھنا ہے، اللہ کی موجودگی کا احساس کرنا ہے تاکہ محبت اور خوف سے نماز صحیح ادا ہوسکے۔ نماز میں اللہ کی مقرر تعریف، بڑائی کا ذکر زبان و دل سے کرنا ہے۔ جس سے محبت اور خوف کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

جب اللہ کے روبرو مسلمان رکوع اور سجدہ کرتا ہے تب اپنی بڑائی کا جذبہ دب جاتا ہے۔ عاجزی اور انکساری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نماز میں جسمانی ورزش بھی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جب ایک مسلمان نماز سے فارغ ہوتا ہے تب اس کا جسم اور ذہن تازگی محسوس کرتا ہے، دلی سکون اور مسرت محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح دین اسلام ذہن اور جسم کے ساتھ ساتھ روح کی مشغولیت کا بھی ہر عبادت میں خیال رکھتا ہے۔ اس طرح دوسری عبادات میں بھی معلوم ہوگا کہ جسم، ذہن اور روح کی مشغولیت سے طاقت ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ بے شک اللہ کو یاد کرنا سب سے بڑا ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔" (سورۃ العنکبوت۔ ۲۱۔۴۵)۔

(محنت) کسب و تجارت

اپنی ضروری خواہشات پوری کرنے کے لئے جو جسم اور ذہن کے لئے

ضروری ہیں۔ دینِ اسلام میں انسان کے لئے محنت، تجارت، صنعت کاروبار، زراعت اور نوکری کے لئے شرعی اصول موجود ہیں۔ ان آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے پورا پورا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کی ترغیب دیتے وقت فرمایا کہ "رزق دس حصّوں میں سے نو حصّے اللہ نے تجارت میں رکھ دیئے ہیں"! اور جو شخص سوال کے دروازے کھول دیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس شخص پر افلاس کے ستّر دروازے کھول دیتا ہے"۔

اسلام میں کاروباری اصول پڑھنے ضروری ہیں۔ تاکہ ان پر عمل کیا جا سکے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس کی مصیبت سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتا ہو۔ عمر بن سعیدؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ باپ اپنی اولاد کو جو عطیہ دیتا ہے وہ اس سے بہتر کچھ اور نہیں کہ اس کو اچھا اخلاق سکھائے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ

نے فرمایا تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کا عیال ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو عیال سے احسان کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نیکی اور پرھیزگاری میں ایکدوسرے پر سبقت حاصل کرو، مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں مدد مت کرو۔ اسلام نے مادیت، جسم، روح کی ضرورت کے مطابق اصول وضع کئے ہیں۔ ان پر عمل شرط ہے۔ اسلام نے زندگی گزارنے کے لئے درمیانے اور متوازن اصول عمل کے لئے بتائے ہیں، جن پر عمل کر کے ان کا تقاضہ پورا کر سکے۔ دینِ اسلام کے اصولوں پر صحیح عمل کرنے سے عبادت کے ہر رکن میں یہ تمام خوبیاں جسم اور روح پر اثر انداز ہو کر طاقت کا سبب بنتے ہیں۔ دین اسلام پر ایمان لانے کے بعد عملِ صالح کرنا لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ دین کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ اسلام کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اللہ کے احکامات جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو عملِ صالح کہتے ہیں۔ ان کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حقوق اللہ: توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قرآن کی تلاوت، درود پڑھنا، ذکر اللہ یعنی اسمائے حسنیٰ کا ذکر آہستہ اور بلند کرنا۔

۲۔ حقوق العباد: اللہ کی مخلوق کے حقوق، محنت و

تجارت، نکاح، کھانا پینا پہننا، حلال و حرام کے آداب، سفر کے آداب، امر بالمعروف نہی عن المنکر، جو انسان کی حرکات و سکنات اور معیشت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کے احکامات کے مطابق صحیح عمل کرنے سے عبادت میں شامل ہوتے ہیں۔ جس میں انسان کا نفس (جسم و ذہن) مشغول ہوتا ہے جس کا اثر روح پر اچھا پڑتا ہے اور طاقتور ہوتا ہے ان اصولوں پر قرآن اور حدیث کے مطابق عمل کرنے سے نفس اور روح کے اچھے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں اور بداخلاق جسم اور روح پر کم دباؤ رکھتے ہیں۔ بداخلاق کے دب جانے کے بعد اچھے اخلاق ظاہر ہونگے۔ اس کے بعد اصل مقصد حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔ جس طرح ان کا خالق چاہتا ہے۔

۱۔ کاروبار میں جس قدر ممکن ہو منافع کم رکھنا چاہیئے۔ گاہک زیادہ آئیں گے، سامان زیادہ فروخت ہوگا اور منافع بھی زیادہ ہوگا۔ انسان میں قناعت کی عادت پڑے گی، اور حرص و لالچ سے بچ جائینگے۔

۲۔ گاہک کو ایک دام بتانا چاہیئے اور مال کی فالتو تعریف نہیں کرنا چاہیئے۔ فروخت کے وقت چیز کی صحیح حقیقت بتانی چاہیئے۔ اس طرح بیوپاری جھوٹ

بولنے سے بچ جائے گا۔ اس دور میں گاہک کو تعجب ضرور ہوگا، اعتبار نہیں کرے گا مگر دوسروں سے معلوم کرنے کے بعد حقیقت کا صحیح علم ہوگا اس طرح دوکاندار پر بھروسہ ہوگا اور وہ دوسرے لوگوں سے تعریف کریگا جس کے نتیجہ میں گاہک زیادہ آئیں گے اور فروخت زیادہ ہوگی۔

۳۔ گاہک کے ساتھ نرم گفتگو کرنی چاہیئے۔ گاہک پر غصہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس طرح عاجزی اور انکساری کی عادت پڑے گی۔

۴۔ تجارت، صنعتکاری، زراعت اور نوکری وغیرہ خلوصِ نیت سے کرے۔ کیونکہ اس کی کمائی سے اس کی تمام ضروریات پوری ہوں گی۔ جسم اور دماغ کو سکون ملے گا۔ اپنا اور اپنے بچوں کا اچھا گذارہ ہوگا، کسی مخلوق کا محتاج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص صبح سویرے اپنے کاروبار کے لئے جاتا ہے تو یہ عمل بھی اللہ واسطے ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین، بچوں کی کفالت کی غرض سے ایسا کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں کوشش کا ایک حصہ ہے۔ ہاں اگر اس کا مقصد صرف لاف زنی، تفاخر اور تونگری ہے تو پھر اس کی بھاگ دوڑ شیطان کی راہ میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص

رزقِ حلال طلب کرتا ہو اور اس کا مقصد مخلوق سے بے نیازی اور پڑوسیوں، رشتہ داروں کی کفالت و خدمت ہو تو قیامت کے روز اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کیطرح منور ہوگا۔ اگر وہ صاحبِ نصاب ہو اور منافع ہو تو منافع اور اصل زر ملاکر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ اسلام میں زکوٰۃ کا حکم ہے، اس میں بڑا فائدہ ہے۔ ایک تو حقدار کو زکوٰۃ دیتا ہے تو ثواب حاصل ہوگا اس کے علاوہ کنجوسی جیسی بداخلاقی سے بچ جائے گا۔ اللہ کی عطاکردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرکے وہ اللہ کی نظر میں شکر گزار بندہ بن جاتا ہے۔ جن مسلمانوں کے پاس کثرتِ دولت ہے، کثرتِ زمین ہے اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو، اسلامی اصولوں پر اعتماد بھی رکھتا ہو اور ان دونوں کا استعمال شریعت کے اصولوں کے مطابق کرتا ہو تو اسقدر ان کے بداخلاق میں کمی واقع ہوگی، اچھے اخلاق اور بلند کارکردگی ظاہر ہوگی، اور دنیا میں آرام و سکون کی زندگی بسر کریں گے اور آخرت کے لئے ثواب کمائیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دینِ اسلام کے اصولوں میں آج بھی وہی سچائی اور صداقت موجود ہے جو نزول کے وقت تھی۔ اس لئے اس دور میں بھی دینِ اسلام کے پابند مومن،

مسلمان عمل کرنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ جن کی شریعت کیلئے
محبت، رغبت ان کے قول و فعل، فکر سے ثابت اور عیاں ہے۔ اسو جہ سے
وہ اپنے نیک اعمال کی بنا پر گناہوں سے بچنے کی کوشش کر کے اللہ اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ اس کے
علاوہ حقوق العباد بھی ادا کر رہے ہیں۔ ان اسلامی اصولوں کے با عمل انسانوں
کو تلاش کرنا، ان کی صحبت میں رہنا، دیکھنا، سمجھنا وہ سب کچھ حاصل
کر سکتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور انشاء اللہ ایسے لوگ ضرور ملیں گے۔

جناب نور الدین ڈرکی نومسلم جو دینِ اسلام کے اصولوں پر خود بھی
کاربند ہے اور دوسروں کو عمل کر کے دکھانے کے لئے ایک تبلیغی مرکز
کھول کر کوشش کر رہا ہے، جن کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے جو کتاب "ہم
مسلمان کیوں ہوئے" سے ماخوذ ہے۔

نور الدین ڈرکی (اسٹیفن ڈرکی)

یہ صاحب دینِ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مطمئن زندگی گزار

رہے ہیں۔ خود نے سچائی کا راستہ تلاش کر لیا ہے مگر اپنے ملک امریکہ
میں اس سچائی کو عام کرنے کے لئے دینِ اسلام کے اصولوں پر عمل کے لئے
ایک اسکیم تیار کی ہے کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد اس کے دو راستے
تھے ایک امریکہ کو چھوڑ کر کسی اسلامی ملک میں مستقل طور پر سکونت
حاصل کرے تاکہ اسلامی زندگی کے تقاضے کے مطابق صحیح عمل کر سکے۔
دوسرا راستہ امریکہ میں رہ کر اسلام کا عملی ثبوت دے۔ اسلامی تعلیمات
کو پھیلائے۔ لہٰذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ امریکہ کی ریاست
نیو میکسیکو میں ۱۹۸۰ء میں ایک ہزار ایکڑ زمین خرید کر بورڈ آف
دارالاسلام فاؤنڈیشن بنیاد ڈالی جہاں وہ اس پُرآشوب دور میں
دارالاسلام کے نام سے امن، سلامتی، روحانی و اخلاقی پاکیزگی خلوص و
محبت اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا پُرسکون جزیرہ تعمیر کرنا چاہتا
ہے۔ اس طرح یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان اگر آج بھی اللہ کے
بتائے ہوئے راستے پر چلے (عمل کرے) تو اسکو اطمینانِ قلب کی دولت
نصیب ہو سکتی ہے جو اس مادہ پرست دنیا کے بلند ترین مقام پر فائز
ہونے کے باوجود بھی نہیں مل سکتی۔ دارالاسلام کے اس منصوبے

میں مسجد مدرسہ کے علاوہ ایک شفاخانہ، دستکاری مرکز، مسلمان سائنسدانوں کے لئے ایک ریسرچ سینٹر اور ایک سو خاندانوں کے لئے رہائشی مکان شامل ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے باعمل مسلمان وہاں آباد ہوں۔ ایک طرف صحیح اسلامی ماحول ہو اور دوسری جانب اس آبادی کا تمام ضروریات مقامی طور پر پوری کی جاسکیں۔ ان منتخب لوگوں میں استاد، ڈاکٹر، وکیل، کارپنٹر اور مختلف ماہرین بھی شامل ہیں۔ اسکیم کے ابتدائی مراحل مکمل ہونے کے بعد پھر غیر مسلم کے لئے سیمینار اور تعارفی پروگرام کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جائے گا تاکہ وہ دارالاسلام آکر بیک وقت نظری اور عملی طور پر اسلام کی واقفیت اور علم حاصل کرسکیں صرف نظریاتی دعوت ناکافی ہے۔ کوئی خطۂ زمین ایسا ہونا چاہیئے جہاں لوگوں کو اسلام عملاً چلتا پھرتا نظر آتا ہو کیونکہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اسلام کیا ہے۔ اس کی عملی شکل کیسی ہے۔ وہ اس خطے میں آکر اپنی آنکھوں سے اسلام اور اس کی برکتیں، اخوت و رحمت کی اس بے مثال نظام کی خوبیوں کو مجسم اور متحرک دیکھیں۔

دینِ اسلام کی مزید

سچائی اور ثابت

جو کچھ مجھے دھرم کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں اور میں سمجھ سکا ہوں وہ تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ جن میں ان لوگوں نے دلی محبت، رغبت کے سبب دینِ اسلام پر ایمان لائے، اللہ کے احکامات پر عمل کرکے خوشحال زندگی بسر کررہے ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب "ہم کیوں مسلمان ہوئے" پڑھی جس میں ۶۶ تعلیم یافتہ لوگ مختلف لوگوں، مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ نا صرف تعلیمیافتہ بلکہ مختلف شعبوں کے ماہر ہیں۔ جن لوگوں نے کئی سال تک عیسائیت، بدھ مت، ہندو مت کو نا صرف پڑھا بلکہ عمل کرتے رہے۔ مگر یہ مذاہب ان کی روحانی، سماجی، معاشرتی ضروریات پوری نہیں کرسکے پھر دینِ اسلام پر اس کے اصولوں کے مطابق عمل کرتے رہے مگر یہ مذاہب ان کی روحانی، سماجی، معاشرتی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ اچھی طرح مطالعہ غور و فکر کرتے رہے

تب ان کو اسلام کے سچے اصولوں کا علم ہوا اور اللہ نے بھی ان پر کرم کیا اور بخوشی خلوصِ نیت، عقل سے دینِ اسلام پر ایمان لاتے، اللہ کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، قیامت پر اور اللہ کے احکامات پر جس قدر عمل کیا ان کو اسی قدر سکون و اطمینان میسر ہوا۔ میں نے اس کتاب سے راجکماری کا دھرم جو ہندو مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ اور بعد میں اسلام قبول کیا، تقریر کا ترجمہ کیا ہے جو آگے اس کتاب میں ہے۔

دوسری کتاب "آریانی اُجاریو" مصنف مسٹر آڈیار مدرس یہ بھی ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ جس نے دینِ اسلام کے اصولوں کا گہرا مطالعہ کیا اس قدر کہ اس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہو گیا، جو کہ محبت سے بلند مقام ہے۔ اس نے کتاب کا کافی حصّہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگیٔ مبارک کے متعلق لکھا ہے۔ اس نے دینِ اسلام کے اصولوں کو سچ تسلیم کیا ہے۔ اس نے ویدوں کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں، اور نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ اور ظہور پذیر

ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ حالانکہ اس شخص نے دین اسلام قبول نہیں کیا ہے مگر اسلام کی سچائی کی تعریف کی ہے۔ صرف میں ہی ایک شخص نہیں ہوں جس نے ویدوں کو پڑھا ہے اور ان کے متعلق لکھا ہے۔ ایک مقالہ پنڈت دیودن ایڈوکیٹ کا میری نظر سے گزرا ہے جو کہ تحریر کر رہا ہوں۔

کیا وید کلام الٰہی ہے؟

پنڈت دیودت نے فرمایا کہ کچھ عرصہ ہوا ہے کہ میں نے ایک کتاب "سماج سدھار اور وید دھرم کا ادراس" کے عنوان سے شائع کی ہے۔ اس میں، میں نے موجودہ ہندو سوسائٹی کے متعلق قدیم بدرسومات کی انسداد کے لئے حتی الامکان کوشش کرنے کی ضرورت ظاہر کی ہے اور میری آج تک رائے ہے کہ ویدوں میں ایشور گیان (معرفت الٰہی) ہے اور یہ قابلِ عمل علم کا خزانہ ہے، مگر اپنے ایک دوست کے بے حد اصرار پر جب ویدوں کا مزید مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ویدوں کو ایشور گیان (خدائی کلام) نہیں ہیں

اور دنیا کی کوئی ایسی بدرسم نہیں ہے جس کی بنیاد وید نہ ہوں۔ میں ان مضامین میں ثابت کروں گا کہ ہندو مذہب اور تہذیب ہم ویدوں کی پناہ لیکر کسی بھی طرح ترقی نہیں کر سکتے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے ویدوں کی تفاسیر میں کئی تبدیلیاں لاکر سوسائٹی کی جو خدمت کی ہے وہ نہایت تعریف کے لائق ہے۔ اور اس نے ہم کو اس قابل بنایا ہے کہ ہم دنیا میں سر اونچا کر سکیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب نے بھی سوامی صاحب کی کوششوں کی تعریف کی ہے اور قبول کیا ہے۔ اس کا سبب فقط یہ ہے کہ سوامی صاحب کی تفسیر غلط اور نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ آریہ سماج کے ذریعے ہم ہندو مذہب کی ہمیشہ حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس علم اور عقل کے زمانے میں ہم ویدک تعلیم کو کسی بھی صورت میں موجودہ دور کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ ہم جو دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرتے ہیں اس لئے فرض ہے کہ پہلے اپنے عیب تلاش کریں۔

راجکماری جاوید بانو (ہندوستان)

یہ بنگال کے ایک ہندو راجہ کی صاحبزادی تھی، اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں انہوں نے مکمل تحقیق کے بعد اسلام قبول کیا۔ یہ ہندو والدین کے گھر پیدا ہوئیں مگر پرورش عیسائی ماحول میں ہوئی۔ ہندو مذہب کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ مندرجہ ذیل تقریر انہوں نے قبول اسلام کے بعد کلکتہ میں کی۔

"میں نے ۱۹۲۴ء میں مذہب اور فلسفے کا وسیع تر مطالعہ کیا۔ میں یہ مطالعہ عالم و فاضل بننے کے لئے نہیں کرتی تھی بلکہ تحقیقِ حق میری تمنا تھی۔ میرے دل میں اللہ کے مخلص بندے کیطرح عبادت کی تڑپ پیدا ہوئی۔ میں نے بدھ مذہب کو سمجھنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئی۔ عیسائیت کو سمجھنا نہایت آسان اور سادہ معلوم ہوا۔ اس سلسلے میں ایک عیسائی پادری سے رجوع کیا اور تعلق پیدا کیا مگر مجھے کوئی راستہ دکھائی نہیں دیا۔ جس کے ذریعہ دورِ حاضر میں عیسائیت کی خلوص، صادق تابعداری کر سکوں۔ حالانکہ بڑی تاویلات اور دلائل پیش کئے جاتے تھے

لاتعداد گرجائیں، فرقہ بندیاں، ذاتی غرض، و شخصی مطلب پرستی
کے سوا کچھ نظر نہیں آیا بلکہ ناامیدی ہوئی۔ پھر ہندو مذہب اختیار کیا۔
ویدوں کا فلسفہ ایک ایسے دماغ کے لئے جو مذہب کی کمزوریوں سے
واقف اور بیزار ہو چکا ہو۔ ایک کافی اور شافی سہارا ہے مگر ویدوں
کا فلسفہ ہندوؤں کے لئے کسطرح کارگر ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ جسقدر
عملی زندگی اور حقیقت کا تعلق ہے۔ منوج مہاراج کے زمانے سے
لیکر آج تک ویدانت سے اتنا ہی دور ہے۔ جسقدر فرضی مخلوق سے
جو عام طور چاند پر خیالی کی جاتی ہے۔ ویدوں کی پیروی کے لئے ایک
ہندو پر لازم ہے کہ یہ یا موجودہ ہندو مذہب سے کنارہ کش ہو جائے۔
تمدنی مصلح ہو کر بے شمار فرقوں میں ایک اور فرقے کا اضافہ کرے۔
جس میں زمانۂ حال میں ہندوستان ڈوب رہا ہے۔ ہندوؤں کی حالت
قابلِ رحم ہے۔ روز بروز بڑی بڑی خامیاں ابھرتی نظر آتی ہیں۔ ان پر
دوسرے مذاہب تبصرہ بھی نہیں کرتے بلکہ ہندو خود تبصرہ کرتے ہیں۔
گاندھی مہاراج کے لئے ھریجن اپنی زندگی میں خطرے میں کیوں
ڈالتے ہیں۔ قانون کے ذریعے بیواؤں کی شادی کو کیوں جائز قرار

دیا ہے۔ سلطنتِ برطانیہ کے ایک قانون کے تحت ستی کی رسم کو کیوں
روکا گیا؟ ہر طرح کی اصلاحات کو قانونی شکل میں عمل میں لایا جاتا ہے۔
مندرجہ بالا حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپکو بخوبی اندازہ ہوگا کہ مجھے سچے
مذہب اسلام کو قبول کرنے میں کس قدر دشواری ہوئی ہوگی۔ اسلام
کے علاوہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کے عقائد کو اس کے
پیروکار ایمانداری اور دیانتداری سے تسلیم کرتے ہوں۔ آخر کار میں نے
سچائی کو تسلیم کر لیا۔ میں بہت خوش ہوں اور میری روح مطمئن
ہے۔ کیا ہم ایسے ہر مذہب یا تمدنی اصلاح کے محتاج ہیں جس کی تائید
قرآن پاک سے نہ ہوتی ہو۔ کیا ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ ؐ
تمام روحانی راہنماؤں میں ایک ایسی روحانی شخصیت نہیں ہیں جنھوں نے
آزادی، اتحاد، مساوات اور زریں اصول بتائے جن کے ذریعے
صراط مستقیم پر چل کر نجات حاصل کر لیں۔ صرف اسلام ایسا مذہب ہے
جو روز مرہ کی زندگی کا سچا راہنما ہے۔ کیا اسلام کا نام عالمی دنیا کی زبان
پر ہو۔ اللہ کا نام تمام مسلمانوں کے لئے خواہ وہ چینی ہو، ہندی ہو ایک
ہی ہے۔ السلام علیکم تمام مسلمانوں کے بھائی بھائی ہونے کا ثبوت ہے

خواہ کسی بھی قوم، ملک، زبان سے تعلق رکھتے ہوں۔ کیا دنیا میں کسی بھی مذہب کی الہامی کتاب ایسی فراخدلی، فیاضی پر ناز کر سکتی ہے؟ سوائے ہمارے قرآن کریم کے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام انبیاؑ پر ایمان لانا فرض ہے صرف اسلام انسانیت، آزادی کا مذہب ہے جس کی مثال کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ ہم کو اسلامی اصولوں کے تحت جائداد پر قابض ہونے کے لئے کونسل و قانون کا دروازہ کھٹکھٹانا نہیں پڑتا۔ یہ تمام قوانین آج سے ۱۳۰۰ برس قبل نازل کئے گئے تھے۔ آجکل کی دنیا کے مذاہب جس مقصد کو اپنا نصب العین بنا کر اخلاقی، تمدنی، معاشرتی فائدے کے لئے سرگرداں ہیں۔ وہ تمام فائدے مسلمانوں کو بوقت نزولِ قرآن عطا کر دیئے گئے تھے۔ یہ میرے لئے ناممکن تھا کہ میں ایک ایسے مذہب میں رہوں جو ہماری روزمرہ کی زندگی سے بہت دور ہو۔ میں کسطرح ایک مخلص ہندو یا عیسائی بن سکتی تھی۔ جبکہ انسانی اصول اور تہذیب مجھے ان مذاہب کی تعلیمات سے دور اور مخالفت میں کھڑا کرتے ہیں۔ اگر کوئی مذہب روزمرہ کی زندگی میں سکون نہیں دے سکتا تو پھر اس کو مذہب کیوں کہتے ہیں۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ایسے تمام

مذاہب نامکمل ہیں۔ اگر ان میں تھوڑی بہت صداقت تھی بھی تو وہ موجودہ دور میں غائب ہو گئی۔ میں نے اس صورتحال کو محسوس کیا، بغور جائزہ لیا۔ اس طرح قبول اسلام میرے لئے لازم ہو گیا۔ کیونکہ مجھے تمام سچائیاں اسلام میں نظر آئیں، اسلام میں یہ بات ہر دور میں ملیگی۔ جس کے دوسرے مذاہب کے پیروکار خواہش مند ہیں۔ اسلام میں وہ سب کچھ موجود ہے اور میں یقین سے کہتی ہوں کہ سوائے اسلام کے کوئی دوسرا مذہب اصلاح اور خوشی مہیا نہیں کر سکتا۔ اسلام اللہ کی سچی محبت، انسانیت سے الفت اور حقانیت پر دارومدار رکھتا ہے۔ اسلام کو کسی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت، اخوت اور مساوات بے حد مقبول، مؤثر، مفید اور فطری ہیں۔

سوالوں کے جوابات

سوال: اکثر ہندو مرد یا عورتیں مسلمان مردوں یا عورتوں کے عشق میں مسلمان ہوتے ہیں۔

جواب: دولت کی چاہت، محبت و عشق نفس کی خاصیت ہے

جس کو مذہب اور ملکی قانون بغیر اجازت یا ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کو گناہ اور حرام کہتا ہے۔ مذہبی یا ملکی قانون کے جرم سے بچنے کے لئے ان کے اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ہندو مرد یا عورت کسی مسلمان مرد یا عورت کے عشق میں گرفتار ہوگیا اور دونوں شادی کرنے پر راضی ہوگئے، اب درمیان میں مذہب حائل ہے۔ ہندو سے شادی کرسکتا ہے مگر دینِ اسلام میں یہ گنجائش چند اصولوں اور قوانین پر منحصر ہے کہ ہندو مسلمان ہوجائے پھر مسلمان کے ناطے اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کی اجازت ہے مگر شرط یہ ہے کہ اپنے والدین کی رضامندی حاصل کرکے۔ اس طرح وہ گناہ کرنے سے بچ گئے اور دینِ اسلام کے اصول نے انکو گناہ سے بچالیا اب ملکی قوانین بھی ان کا دفاع کریں گے۔

سوال ۲ : اکثر ہندو دولت یا عورت کی لالچ میں مسلمان ہوتے ہیں؟

جواب : ایسی کوئی بھی مثال دینِ اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتی کہ کسی قسم کا لالچ دے کر کسی کو مسلمان کیا گیا ہو۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ نومسلم

کی مالی مدد کی گئی ہو۔ پھر خود یا دوسرے مسلمانوں سے جمع کرکے دیا گیا ہو۔ اور نومسلم کو قرض حسنہ دیا گیا ہو۔ جو کہ شریعت میں جائز ہے۔ مزید آسانی کے لئے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔

"اے پیغمبر ان سے کہدو کہ (میں) تم کو نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی غیب جانتا ہوں اور نہ ہی تم سے کہتا ہوں کہ (میں) فرشتہ ہوں اور جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اس کے علاوہ (دوسرے) کی تابعداری نہیں کرتا ہوں۔ کہو کہ نابینا اور بینائی والا دونوں برابر ہیں کیا؟ پھر تم کیوں فکر نہیں کرتے۔ (۱۷ ۵۰)

اگر کوئی ہندو مسلمان ہوتا ہے تو اسکو سیدھے راستے سے ہٹانے کے لئے ہندو بے اندازہ رقم خرچ کرتے ہیں مگر جب وہ ہندو تھا تب اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

سوال ۳ : ہندو مذہب میں ہندو جو اپنی قوم سے علیحدہ کئے گئے ہوں اپنے معاشرے اور سماج میں ناپسند کئے جاتے ہوں ان کو بھی مسلمان کیا جاتا ہے؟

جواب : ہندو دھرم میں یہ نہیں ہے مگر دینِ اسلام جو اللہ

کا دین ہے، یہ اس کی عظمت ہے جس میں کافر، مشرک، منافق اور کئی بداخلاقیوں میں مبتلا انسان گناہوں سے توبہ کرے۔ دینِ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو زمانۂ کفر و جہالت کے گناہ اللہ معاف کر دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں آکر نیک رہا تو جاہلیت کے دور میں کئے گئے گناہوں کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی بداعمال رہا تو اس سے دونوں زمانوں کا حساب لیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے کہ

" اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے تو ان کے گناہوں کو ضرور مٹایا جائے گا اور جو کرتے تھے اس کا ان کو خوب بدلہ دیا جائے گا۔ (۷ / ۲۹)۔

سوال ۴ : ہندو مسلمان ہونے کے بعد اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ کس طرح حل کرے گا ؟

جواب : غیر مسلم ایمان لانے کے بعد مسلمان ہے وہ موجودہ مسلمانوں کا دینی بھائی ہے۔ اسلامی حکم کے مطابق اسکو وہ حقوق ملیں گے جو دوسرے مسلمانوں کو ملتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے لڑکوں اور لڑکیوں

کی شادیاں باہمی رضامندی سے ہو سکتی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ ان پر کسی کا اعتراض نہیں ہے۔ اگر سچا ایماندار مسلمان ہے، زمانے میں ایسے مسلمانوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ہے مگر جن کا ایمان کمزور ہو گیا۔ ایسی حالت میں بھی مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ دولت کے پجاری یعنی دنیوی اشیاء کو دولت سے موازنہ کرنیوالے۔

۲۔ دین کو چاہنے والے اگر نو مسلم امیر ہے تو دولت کا پجاری مسلمان اس سے رشتہ داری کرے گا پھر اسکو کوئی دوسری بات نظر نہیں آئے گی۔ دین کو چاہنے والا مستحکم ایمان رکھنے والے مسلمان کے ناطے صالح مسلمان سے رشتہ کرنے پر راضی ہوگا۔ میرا ایمان ہے کہ جو نو مسلم اللہ کی رضامندی کے لئے مسلمان ہوتا ہے تو سارے کام اللہ کے بھروسے پر کرتا ہے اسکو کسی قسم کا فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ کے حکم سے تمام کام بخوبی انجام پائیں گے۔

سوال ۵ : آپ کہتے ہو کہ مسلمان ہو جاؤ مگر مسلمانوں کے اخلاق گرے ہوتے اعمال قابل اعتراض ہیں۔ کیا یہی دین اسلام ہے؟

جواب: ہم آپ کو دینِ اسلام کے اصولوں اور قوانین کی دعوت دیتے ہیں جو بذریعہ وحیٔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے تھے جس میں ایمان والوں کے لئے عبادت کے طریقے، معاشرتی، سماجی، تمدنی زندگی گزارنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ جس قدر ایمان والے کا ایمان قوی ہوگا، مستحکم ہوگا وہ عمل صالح کرنے پر زیادہ راغب ہوگا اور اخلاق بھی بلند ہوگا۔ جن مسلمانوں کی حالت تم دیکھتے ہو ان کا ایمان کمزور ہوگا اور جن کا ایمان اسقدر کمزور ہے اسی قدر اچھے اعمال کیطرف رغبت کم ہوگی اور اسی حساب سے ان کے اخلاق بھی خیال ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے اعمال کے واسطے ہے جو بھی ان کے مطابق عمل کرے گا۔ نیک، متقی پرہیزگار اور صحیح مسلمانوں کیطرح ہوگا۔

سوال ۶: غیر مسلموں کی زبردستی ورغلاکر مسلمان کیا جاتا ہے؟

جواب: قبولِ اسلام کے لئے کوئی زبردستی نہیں ہے اور نہ ہی ورغلایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ،

"دین قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے کیونکہ بیشک گمراہی

سے ہدایت (الگ ہوگئی) ظاہر ہے اسلئے جو طاغوت یعنی اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو نہیں مانتا ہے۔ اس نے بیشک ایک ایسی مضبوط کڑی کو تھاما ہے جس کو نہ ٹوٹنا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

جو مسلمان فرض سمجھ کر اللہ کے ان اصولوں کی دعوت اللہ کے پیدا کئے ہوئے انسانوں کو دے گا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہم مسلمانوں تک عمل کے لئے پہنچے ہیں جو قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔ پہلے اللہ کو ایک، لاشریک ماننا اور اس کی عبادت اور پوجا کرنا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننا اور زبان سے اقرار کرنا، آخرت کو انسانوں کی جزا و سزا کا دن ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو دلیلوں سے سمجھایا جائے گا۔ اگر کوئی خوشی سے یہ قبول کرے تو اسکو ایمان لانے اور نیک عمل کا صحیح طریقہ بتایا جاتا ہے۔ اللہ کے اصولوں کے مطابق اسکو سماجی اور معاشرتی زندگی بسر کرنے میں آسانی ہو اور آخرت کا ثواب حاصل ہوسکے۔ مطلب دنیا اور آخرت میں خیر حاصل ہوسکے۔

مندرجہ بالا تحریر کو غور سے پڑھنے پر معلوم ہوگا کہ دین اسلام میں داخل ہونے کے لئے کوئی زبردستی نہیں کی جاتی اور نہ ہی کسی کو ورغلایا جاتا ہے۔ مگر صرف انسان کو اپنے خالق کو راضی کرنے کا صحیح طریقہ بتایا جاتا ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کی فلاح و بہبود ہے۔

سوال: غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے؟

جواب: جو غیر مسلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے وہ بالکل غلط ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اگر ایمانداری سے دیکھیں تو اسلام کے اخلاق، محبت، ایثار اور قربانی نے غیر مسلموں کو متاثر کیا ہے۔ اسلئے یہ سوال بالکل غلط ہے اور بے بنیاد ہے صرف تعصب کے سبب مشہور کیا گیا ہے۔ کتاب لکھنے کا میرا مقصد نہ تو دولت کمانا ہے، نہ لوگوں سے داد وصول کرنا، یہ صرف اللہ کے لئے لکھی ہے۔ اور وہی اس کا بہتر اجر دینے والا ہے۔ یہ ایک اصول ہے کہ کوئی بیمار کسی علاج سے تندرست ہوتا ہے تو وہ دوسرے بیماروں کو بھی بتاتا ہے کہ میں فلاں مرض میں مبتلا تھا اور فلاں ڈاکٹر یا حکیم سے علاج کروایا، دوا لی، پرہیز کیا اور شفایاب ہو گیا۔

انسانوں کی بیماری تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ۱۔ فزیکل (جسمانی) ۲۔ سینٹیمنٹل (جذباتی)۔ ۳۔ اسپرچوئل (روحانی)۔ آتمک ان تینوں کے درمیان نہایت مضبوط رشتہ ہے۔ ان میں سے ایک بیماری سب پر حاوی ہو جاتی ہے۔ ان میں سے روحانی بیماری سارے وجود کی کارکردگی کو مستاثر کرتی ہے پورے وجود کو ایبنارمل کر دیتی ہے۔ کیونکہ ہمارا بنانے والا پرماتما، ایشور، بھگوان، گاڈ، اللہ جو چاہے نام دیا جائے وہی ہے، وہ ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص مشین بناتا ہے تو اس کے خواص بتاتا ہے اور ہدایات دیتا ہے ایک قانون مرتب کرتا ہے اور مشین کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور بحال رکھنے کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اب عمل کا تقاضہ ہے کہ گھڑی بنانے والے کا قانون انجن پر استعمال نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ ہر چیز کا خالق اپنی تخلیق کے لئے قانون وضع کرتا ہے اور استعمال کرنے والے اس پر مجبور ہیں کہ عمل کریں۔ پھر کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے خالق، جس کی ہم مخلوق ہیں ضرور کوئی قانون بنایا ہوگا۔ دولت کی دلچسپی کم ہوئی تو میں نے دھرم کی تلاش اس لئے کی کہ

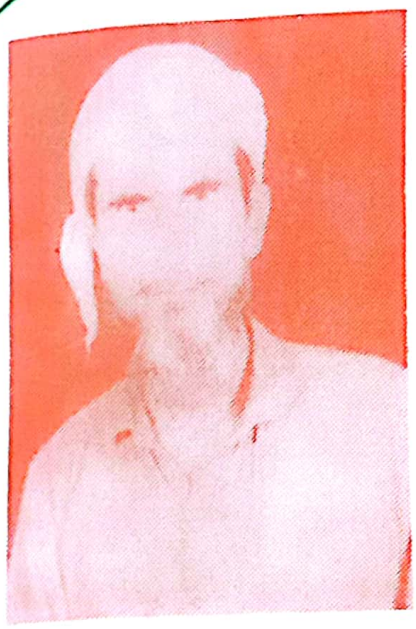
دولت کی تلاش میں روح کو سکون نہیں مل سکا۔ پھر میں نے
اپنے ہندو دھرم میں سکون تلاش کیا۔ جیسا کہ میں پہلے اوراق
میں تحریر کر چکا ہوں کہ ہندو دھرم میں میسر ہونے والی کتابوں
کا مطالعہ کرنے کے بعد ناقابلِ عمل، نہایت مضحکہ خیز معلوم ہوتے۔
جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں نے اسلامی اصولوں کا مطالعہ کیا۔
میں نے انکو سچا اور حق پر پایا اور محسوس کیا کہ اس کے اصولوں پر
عمل کرنے سے روح کو سکون مل سکتا ہے۔ میں ہر ایک کو یہ نہیں کہتا کہ
"مسلمان ہو جاؤ" مگر انسانیت کے ناطے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ
آپ کو دعوت دوں کہ مذہب اسلام کا مطالعہ کریں اور اس لئے کہ
سب پڑھنے والوں کو سکون مل سکے۔ میں پڑھنے والوں سے گزارش
کروں گا کہ وہ اسلام کے اصولوں کو پڑھیں، غور کریں۔

دُعا

اے اللہ میں ایمان لایا اپنے پسندیدہ دین پر، بھیجے گئے تمام انبیاءؑ
اور رسولوں پر اور ان تمام کتابوں پر جو تم نے وقت بہ وقت انسانوں
کی ہدایت کے لئے نازل فرمائے۔ میں روزِ قیامت پر ایمان لایا اور تمہارے
احکامات پر ایمان لایا جو تمہاری طرف سے بھیجے گئے۔ اے اللہ
میرے اس ایمان کو استحکام بخش اور درجۂ قبولیت عطا کر، نیک اعمال
کرنے کی توفیق عطا کر، برائیوں سے بچنے کی طاقت عطا کر، دنیا اور
آخرت کی رسوائی اور خواری سے پناہ میں رکھ۔ اس دین کو قبول کرنے
کے بعد میرے ہر فعل (کام) کو تیری رضامندی کا ذریعہ بنا، شیطان کے
شر سے، شیطان کے فساد سے پناہ میں رکھ، اس دین (دینِ اسلام)
پر قائم رہنے پر مدد کر، میرا انجام بخیر کر، میں تمہارا گناہ گار بندہ ہوں۔
جس کو تم نے اپنی مہربانی اور شفقت سے کفر کی ظلمتوں (اندھیروں)
سے نکال کر دینِ اسلام کی روشنی عطا فرمائی ہے۔ میں اس پر جس

قدر بھی تیرا شکر ادا کروں کم ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل جلالہٗ مجھ
پر اور ان ساتھیوں پر جنھوں نے مجھے راہِ نجات کیطرف راغب کرنے
اور بلانے میں مدد کی ہے۔ اے اللہ ان سب کی بخشش فرما اور اجرِ
عظیم عطا فرما۔

(آمین)



وادھن مل (موجودہ عبدالواحد شیخ) ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوا، اسی روائتی ماحول میں پرورش ہوئی، تعلیم و تربیت ہوئی اور ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہوا۔ مذہب کی طرف رجحان ہونے کے باعث نہ صرف ہندو مذہب لیکن دیگر مذاہب کا بھی مطالعہ کیا اور نوجوانوں کے برعکس ایمانداری کی نوکری کی۔ لیکن اس کی رُوح مطمئن نہ ہوئی۔

وادھن مل (موجودہ عبدالواحد شیخ) نے حق اور صداقت کی تلاش جاری رکھی اور کسی ایسے کامل مرشد کا متلاشی رہا جو اُسے سیدھی راہ پر گامزن کرے۔

وہ سخی سیّد عبدالحفیظ شاہ صاحب سے متعارف ہوئے اور وہیں اپنی منزل پائی۔ شکر الحمدللہ کہ اب عبدالواحد شیخ ایک پُرسکون اور مطمئن زندگی گزار رہے ہیں۔

غلام حسین قمبرانی